اول اشاعت [illegible] کی تاریخی [illegible] سالگرہ میں ہوا

گلزار شیکسپیر

یعنی

انگلستان کے سب سے بڑے ڈراما لیسٹ ولیم شیکسپیر کے حالات
زندگی و تماشوں کی ایک

جھلک

کارپردازان ناول ایجنسی لاہور نے

بار سوم ۱۹[illegible]ء

حافظ آبادی پریس لاہور میں طبع کیا

منوہر اینڈ کمپنی کی مشہور و معروف

گلابی گولیاں

یہ گولیاں ہر قسم کی درد شکم - گولہ - اماس شکم - دوران سر
زکام - نزلہ - دائمی قبض کے لیئے اکسیر ہیں - سب سے بڑھکر خوبی یہ
کہ جتنے مسہل کی ضرورت ہو اتنی ہی گولیاں رات کو کھائیں - صبح
قدرے مسہل ہو جاوینگے - بیشمار سرٹیفکٹ ریویو کارخانہ مین موجود ہین
ہمنے پبلک کے فایدہ کو ملحوظ رکھکر ایک لاکھ شیشی مفت تقسیم کرنے کے
لیئے وقف کر دی ہین - جو شخص یہ گولیاں مفت تقسیم کرنے کا وعدہ کرے
ہم فی شیشی ۱۲ صرف ۴ر برائے پوسٹیج و پیکنگ آنے پر ارسال کر دیتے
ہین تاکہ عام پر کارخانہ کی سچائی اور گولیاں کا اثر روشن ہو جاوے - بعد
ازاں قیمت پوری یعنی عمر فی شیشی لیجاویگی :-

نوٹ :- اس کارخانہ مین وقتاً فوقتاً کئی قسم کے انعام تقسیم
ہوتے ہین - پراسپکٹس آدھ آنہ (۲) کا ٹکٹ بھیجکر طلب
کرو -

منوہر اینڈ کمپنی حافظ آباد پنجاب

دیباچہ

جن لوگوں نے شیکسپیر کے حالات زندگی مطالعہ نہیں کئے اُن کو بھی یہ بتانے کی حاجت نہوگی۔ کہ ملک سخن میں شکسپیئر کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ شاید ہندوستان کے قدیم ناٹک نویس کوی راج کالیداس کا ہو تو ہو۔ لیکن ایران کے ملک الشعرا فردوسی اور فرانس کے باکمال شاعر والٹیر وغیرہ کو حاصل نہیں ہوسکا کسی زبان یا مُلک کے کسی شاعر یا ناٹک نویس کے کلام کا مقابلہ شکسپیئر سے کرنا آخر الذکر کے لئے ایک گونہ تضحیک کا موجد خیال کیا جاتا ہے۔ غرضیکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ آجتک ولیم شکسپیئر کے سوائے دوسرا شکسپیئر پیدا نہیں ہُوا اور نہ آیندہ پیدا ہوگا۔ شکسپیئر کے لفظ ہی سے اب عالمگیر خوبی سخن مراد لی جاتی ہے اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس نامور بشر کا پایہ شاعرانہ دنیا میں کس قدر بلند ہے۔

شکسپیئر کے کلام کو جو انگریزی زبان میں ہے اور انگریزی بھی وہ جو آجکل کی انگلستان کی بولی نہیں۔ کسی غیر زبان میں اسی لطافت سے ادا کرنا جو اصلی زبان میں پائی جاتی ہے غیر ممکن ہے۔

"غیر ممکن" کے لفظ پر شاید کوئی فلسفی مزاج شخص یا نپولین کے مقولہ کا مداح حرف گیری کرے۔ لیکن واقعات پر نظر ڈالنے والی طبعیتیں خوب جانتی ہیں کہ شکسپیئر کو کسی غیر زبان میں بیان کرنا واقعی ناممکن ہے ورنہ شکسپیئر شکسپیئر نہ ہوتا۔ اس صورت میں اُردو خوان پبلک کو جناب

مولوی سید محمد ضامن صاحب کنتوری کا شکریہ ادا کرنا چاہئے جنہوں نے
اس ملک سخن کی بعض نظموں کے ترجمے اردو نظم میں کر دیئے ہیں۔

گلزار شکسپئیر گو نہایت مختصر رسالہ ہے۔ اور مناسب تو یہ تھا
کہ اس شاندار ناٹک نویس کی مفصل لائیف جو اس کے شایان شان
ہوتی ہدیہ ناظرین کیجاتی۔ مگر اس کتاب کی دلچسپی اس مضمون سے بہت
بڑھ جائے گی۔ جو مسٹر فضل سکرٹری ریلجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور کے
پرزور قلم کا نتیجہ ہے۔ اور جو عرصہ ہوا۔ لاہور کے دلچسپ اور مشہور رسالہ مخزن
میں شایع ہو چکا ہے۔ پچھلے دنوں یہ تھیوری انگلستان کی علمی دنیا میں زور
شور سے زیر بحث تھی کہ شکسپئیر خود شاعر یا ناٹک نویس ہرگز نہ تھا۔ اسکی
سب تصانیف مسٹر بیکن مشہور فلسفی کی (جو اسکا ہمعصر تھا) ذکاوت و محنت
کا نتیجہ ہیں۔ مسٹر فضل نے اس عجیب تھیوری پر نہایت عالمانہ بحث کی ہے
جو پڑھنے کے قابل ہے۔

بہرحال مجھے کامل یقین ہے کہ اس چھوٹی سی کتاب میں (جو اپنے مختصر
مضامین کی وجہ سے شاید پورے طور پر اس شاندار نام کی مستحق نہ ہو۔ جو اسے
بعض وجوہ سے دیا گیا ہے) قدردان ناظرین دلچسپی کا بہت کچھ سامان پائیں
گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ شکسپئیر کون تھا اور اسکی تصانیف کیا
تھیں کوشش کیجائے گی کہ آیندہ اڈیشن میں گلزار شکسپئیر کی کیاریوں۔
(روشوں) میں خوشبودار بیل بوٹے لگائے جائیں۔

حافظ آبادی پریس لاہور
۲۲ دسمبر ۱۹۰۳ء

نیازمند پبلشر

سلطان الشعرا ولیم شکسپیر قدیم قصبہ واروک شیر میں ۱۵۶۴ء میں پیدا ہوا جہاں اوسکا باپ پادری اور زمیندار تھا۔

جہانتک سُنی سنائی باتوں سے معلوم ہوتا ہے اوسکی ولادت گرین ہل اسٹریٹ میں ہوئی تھی چنانچہ اسکی پیدایش کا خاص کمرہ بھی ابتک محفوظ اور غالباً اسٹراٹ فورڈ میں سب سے زیادہ قدیم مکان ہے جسکے دیکھنے کے لئے شکسپیر کے نام جاننے والے ہر زمانہ میں دور دور سے آتے رہتے ہیں۔

۱۵۷۱ء میں ولیم شکسپیر گرامر اسکول میں داخل ہوا۔ اُس وقت اسکا باپ جان شکسپیر میر شہر تھا اور لوگ اوسکی عزت کرتے تھے اسکے ابتدائی حالات کی نسبت کوئی بات یقین کیساتھ نہیں کہی جاسکتی۔ لیکن یہ امر یقینی ہے کہ باپ کے گھر میں اسکو اتنا اطمینان ضرور حاصل تھا کہ وہ اپنی علمی قابلیتوں کی تکمیل کرسکا ورنہ بیس برس کی عمر کے بعد حسنِ خلایق میں اسکو پہنسنا پڑا انہیں اسکو یہ موقعہ ہرگز نہیں ملسکتا تھا کہ وہ کتب بینی کی جانب اپنی توجہ کو مبذول کرے کیونکہ اٹھارہ برس کی عمر میں اسکی شادی ہوگئی اور خانہ داری کا بارگراں اوسکی گردن پر پڑ گیا اگرچہ جان شکسپیر بیٹے کی شادی کے وقت اپنے گھر سے خوش وخورم تھا تاہم اوسکی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ بیٹے کے ساتھ بہو اور پوتا پوتی کا بار بھی اٹھا سکے غرضیکہ صاحب اولاد ہو جانے کے بعد شکسپیر اسپر مجبور ہوا کہ دارالسلطنت یعنی لندن میں جاکر کچھ کمانے کی فکر کرے۔

اس کے لندن جانے کے متعلق ایک اور نقل مشہور ہے کہ وہ بدبختی سے چند بدمعاشوں کی صحبت میں پڑکر محفوظ زمینوں میں چوری سے ہرن کا

شکار کھیلنے لگا تھا۔ چنانچہ اسی الزام میں سر تھامس لوسی آف چارلی کوٹ نے اوسپر دعوے کیا۔ جسکے غصہ میں شکسپئیر نے اسکی ہجو لکھی۔ جو اسکی شاعری کا نقش اوّل کہی جاتی ہے۔ مگر اس ہجو نے اسپر ایک جرم ازالہ حیثیت کا اور عاید کیا اور سر تھامس نے سختی کے ساتھ اوسکی مخالفت شروع کی جس کی وجہ سے مجبوراً اسکو بھاگ کر لنڈن میں پناہ لینا پڑا۔

ہر کیف مسٹر کولیر کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ ۱۵۸۹ء میں جب شکسپئیر کی عمر ۲۵ برس کی تھی وہ لنڈن کے بلاک فرئیر تھیٹر اور اوسکے بعد گلوب تھیٹر میں حصہ دار کے طور پر شریک تھا۔ اور اب سوسائٹی میں اسکا ایک درجہ قایم ہو گیا تھا اور آمدنی بھی معقول ہو چلی تھی۔

سولھویں صدی کے اخیر میں جب ہم پھر شکسپئیر کو دیکھتے ہیں۔ تو اسکو دولتمند آدمی اور اسٹراٹ فورڈ کے سب سے عالیشان محل کا مالک پاتے ہیں اب اس نے ایکٹری کے پیشہ کو ترک کر دیا تھا۔ لیکن اسکے حصے ان دونوں تھیٹروں میں بدستور قایم تھے۔

شکسپئیر کی شاعری کی نسبت رائے قایم کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ اسکو اگر انگلستان کا فردوسی کہا جاوے تو ایک حد تک یہ مثال ناموزوں نہو گی انسانی فطرت کے ہر پہلو پر جس خوبی کے ساتھ اس شخص نے نظر ڈالی ہے شاید کوئی دوسری نظیر اسکی بمشکل دستیاب ہو سکے وہ شاعری جسکو فلسفہ کہا گیا ہے اسکی ٹھیک ٹھیک مثال اگر دیکھنی ہو تو شکسپئیر کے کلام میں مل سکتی ہے۔ زمانہ نے اسکو اقلیم سخن کا شاہنشاہ تسلیم کیا ہے اس نے ۱۶۱۶ء میں اس دنیا سے سفر آخرت اختیار کیا۔ اور اس عرصہ مدت میں زمانے نے کچھ کم پلٹے نہیں کھائے انگریزی زبان کا پایہ زمین سے آسمان تک پہونچ گیا مگر دوسرا شکسپئیر نہ پیدا ہونا تھا نہ پیدا ہوا ہندوستان بھی اسکے نام سے نا آشنا نہیں ہے اسلئے مجھے شرم آتی ہے کہ اسکے افسانہ کے ترجمے کے نام سے اس صفحات کو منسوب کروں جسمیں اوسکی خوبیوں کی جھلک بھی

نہیں پائی جاتی - جیسے اس شاعر کا اصل کلام [illegible] ہے لیکن چونکہ میرا مقصد صرف اردو خوان پبلک کو مغربی خیالات اور طرز بیان سے آگاہ کرنا ہے - اسلئے مجھے اپنے معزز ناظرین سے معافی کی پوری پوری امید ہے - (کمتوری)

نغمہ کی تاثیر

یہ فرش چادر مہتاب کا لب دریا
ہے کیسا روح افزا واہ واہ صلّ علے

یہیں پہ بیٹھیں گے آؤ جگہ بہار کی ہے
صدائے نغمہ بہت دلکش آبشار کی ہے

یہ عافیت کا محل اور یہ سہانی رات
یہی تو نغمہ شیریں کے خاص ہیں اوقات

جیسیکا پیاری جیسیکا نہیں تھمو دم بھر
کرو تو سقف زبرجد پہ آسماں کی نظر

یہ دیکھو کیسے طلائی بنے ہیں نقش و نگار
نگاہ حسن پہ جسکے ٹھہرتی ہے دشوار

مگر ہے انمیں سے چھوٹے سے چھوٹا جو کرہ
زبان حال سے اپنی ہے وہ بھی نغمہ سرا

بندھا نظام فلک ہے کشش کے تاروں سے
نکلتی ہے دم گردش صدا ستاروں سے

فرشتے ان کی خوش الحانیوں کو سنتے ہیں
ہیں عین روح گل نغمہ جب تو جیتے ہیں

غذائے روح ہے نغمہ جدا ہو مستمع دل
مگر یہ جامۂ خاکی ہے پردۂ حائل

جو ہم ترانہ دلکش سے خوش نہیں ہوتے
تو گوش دل میں لگے اور ہی کہیں ہوتے

وگرنہ غور سے دیکھو وہ دشت کے وحشی
ملی ہے جنکو خدا کی طرف سے آزادی

بچھیرے وہ نہیں عادی ابھی جو خدمت کے
طرارے بھرتے ہوئے منہناتے ہیں پھرتے

عیاں ہے چہرہ سے آزادیوں کی کیفیت
ہے جوش خوں کی ابھی انکی فطرتی [illegible]

مگر ہے ایسی موثر صدائے نغمۂ ساز
کہیں سے کان میں آ جائے اون کو گر آواز

تو بھول کر وہ کلیلیں ٹھہر ہی جائیں گے
بغور کان اس آواز پر لگائیں گے

تھا وحشیانہ جو پیدا انہی نگاہوں سے
اب اسکے بدلے عیاں ہے سکون نگاہوں سے

مبالغہ شعرا نے جبھی تو ہے یہ کیا
کہ عرفیوس کو یہ اختیار حاصل تھا

کہ اسکے تابع فرمان تھے سنگ اور شجر ۔ وہ اپنی سمت تو نہیں کھینچ لیتا تھا کہ گر

غرض جہان میں جاندار کون ایسا ہے ۔ نہ جسپہ اپنا اثر ڈالتی ہو راگ کے لئے

ہو لاکھ تندمزاج اور ہزار سنگیں دل ۔ محال ہے کہ نہ ہو نغمہ سے خوشی حاصل

مگر وہ شخص ہے موسیقی سے ہو نفرت ۔ صدائے خوب پہ دل کو نہ جسکے ہو رغبت

ہے ایک تیرہ دروں جسکے دل میں نور نہیں ۔ دغا و مکر و فریب اوس سے کوئی دور نہیں

دل اسکا قعر عریبس سے کم نہیں ہے سیاہ ۔ کہ اسکی طبع ملنی بہت محال ہے نبھاہ

ظاہرداری

دوست کی ہو دوستی یا یار کی ہوں یاریاں ۔ ٹٹیاں دھوکے کی ہیں دنیا کی ظاہرداریاں

ہے اگر قانون گو کیسا ہی اسمیں عیب ہو ۔ ڈھانپ لیتی ہیں مقنن کی اسے طراریاں

ہے جو مذہب گو ریا کے لاکھ پہلو اسمیں ہوں ۔ پردہ دار اسکی ہیں یہ زاہد کی خوش کرداریاں

ملکے غازہ یہ حدیث و آیت و تفسیر کا ۔ سب چھپا دیتا ہے اسکے جھوٹ کی بیماریاں

عیب اس دنیا میں کوئی بیحجاب ایسا نہیں
جسکی شکل ظاہری سے نیکیاں پیدا نہیں

سینکڑوں دنیا میں ایسے بیحیا نامرد ہیں ۔ آتش غیرت سے جنکو مس نہیں دل سرد ہیں

پست ہو جاتے ہیں اگر کوئی ڈالے دباؤ ۔ پھسپھسے اور بودے شل تو وہ مانند گرد ہیں

چیر کر دل اور جگر ان کا اگر دیکھے کوئی ۔ جائے خوں ہے بلغم و صفرا سے یہ زرد ہیں

پر ہیں بل ابرو پہ جیسے شکل ہو مریخ کی ۔ ڈاڑھیوں سے ہے عیاں رستم کے ہم ناورد ہیں

عورتوں سے بھی ہیں بدتر نام کے یہ سورما
بنتے ہیں روباہ منش اوڑھ کر ببر بیان

حسن ہی کو غور سے دیکھو تو کھل جائیگا حال ۔ مصر کے بازار میں تل تل کے بکتا ہے جو مال

؎ یونانی میتھولوجی میں اوس عالم تاریک سے مراد ہے جہاں مرنیکے بعد روحیں بستی ہیں ۱۲

حسن جو کرتا ہے جادو آدمی کے قلب پر
کیجئے جتنا تصنع ہو سکا ہے نقص کمال

کرتے رہتے ہیں ہو کے ساتھ جو بازیگری
ہیں وبال جان وہ لمبے گھونگر والے بال

آج جتنا چاہو ان کو تم سنوارو اور بناؤ
خاک میں مل جائیں گے اک دن یہ ہوتا ہے مآل

سب یہ حسن ظاہری دنیا کا عبرتناک ہے
چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیرا پاک ہے

چاہے ضد کیجئے اور چاہے ہٹ کیجئے
عیب بڑھتا جائے گا جتنی بناوٹ کیجئے

ہے تصنع وہ سمندر جسمیں پنہاں ہیں پہاڑ
اپنی کشتی ڈال کر کیوں اسمیں تلپٹ کیجئے

ہے گمان حور جس پر آپ کو زیر نقاب
دیو آئے گا نظر گر دور گھونگھٹ کیجئے

کوئی مانے یا نہ مانے پر کیے جائیں گے ہم
بات کو ہر ایک کی یا ورنہ جھٹ پٹ کیجئے

جھوٹ وہ سچ جسکو کرتے ہیں دکھانے کیلئے
بس ہے ہر عاقل کو دیوانہ بنانے کے لئے

زندگی کا تھیٹر

دنیا تماشہ گاہ ہے انساں تماشہ گر
کرتا ہے سات کھیل یہاں آکے ہر بشر

اوٹھتا ہے پہلا پردہ تو دایہ کی گود میں
اک طفل شیر خوار ہے آتا ہمیں نظر

روتا ہے جو کبھی کبھی ہنستا ہے خود بخود
ہے رنگ فطرت اسکی اداؤں سے جلوہ گر

آتا ہے بھر کے طفل دبستاں کا روپ پھر
بستہ بغل میں رخ پہ چمک اور دل میں شر

جاتا ہے مدرسہ کو مگر رینگتا ہوا
مصداق ہے جو قول برندش کا سر بسر

پھر دیکھئے تو آئیگا عاشق کے بھیس میں
آہیں لبوں پہ ہاتھوں سے تھامے ہوئے جگر

دل میں کوئی خیال نہیں جز خیال یار
اشعار سوز درد کے ہر دم زبان پر

پھر اونچی بنا ہوا ڈاڑھی چڑھی ہوئی
لڑنے کو شیر سے ہے چھپا کسے کمر

ابرو پہ بل نظر غضب آلود دل میں جوش
آمادہ چھیڑ کرنے کو ہے بات بات پر

سر میں ہوا بھری ہوئی نام و نمود کی — تیار منہ میں توپ کے گھسنے کو بےخطر
پھر اس کے بعد آپ عدالت پناہ ہیں — وہ توند اور وہ جبہ و عمامہ و کمر
ڈاڑھی نکیلی اور وہیں مونچھیں جھکی ہوئی — آنکھوں میں نور معدلت و عقل جلوہ گر
پردہ چھٹا جب اٹھتا ہے ہوتی ہے تب نشان — ڈھیلا لباس آنکھوں پہ عینک جھکی کمر
جرابیں نوجوانی کی ان کی سوکھی ٹانگوں کو — ہیں وسعت جہان سے بھی گویا فراخ تر
مردانہ وہ صدا جو ہلاتی تھی دل کبھی — رکھتی ہے آج گریۂ اطفال کا اثر
وہ کھیل جسکے بعد گرے گا ڈراپ سین (آخری پردہ) — وہ کھیل جس کے بعد ہے پھر قصہ مختصر
عہدِ طفولیت کا وہ ہوتا ہے یادگار — جسمیں دوبارہ ہوتا ہے بےبال و پر بشر
تصویر بے ثباتی دنیا کی ہے وہ کھیل — بے اختیار ہوتا ہے دل جسکو دیکھ کر

دندان و گوش و چشم ہی جب ساتھ چھوڑ دیں
پھر خاک غیر مرگ تمنا کرے بشر

ذیل کے اشعار ایک جرمنی نظم کے انگریزی ترجمہ کا ترجمہ ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مترجم اور مصنف کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ یہ کسی قدر شکسپئیر کی طرز پر ہیں ٭

صلائے عام

کروڑوں بندۂ محنت جہاں میں کرتے ہیں کام — محال ہے کوئی دے انکو واجبی انعام
جہاز راں ہے کوئی اور کوئی ہے غواص — کوئی ہے کان میں کوئلے کی مورد آلام
پسینہ ایک بہاتا ہے کشت زار میں — شکار کے لئے کھویا ہے ایک نے آرام

معاوضہ انہیں سے بھی تو کوئی کیا دے گا

کر دے گا زر نہ گر روح کو غذا دے گا

ہیں سامنے جو تمہارے یہ قصرہائے بلند
ہے مشکلوں سے پہنچی جہاں فکر کی کمند
کرو جو غور سے بنیادوں پر تم انکی خیال
زمین کے پردۂ تاریک کے تلے ہیں بند
نہ لیتیں کام جو یہ مستقل مزاجی سے
اور اس طرح سے نہ ہوتیں جو خاک کی پیوند

تو کب یہ اوج تمہارے مکان کہلاتے
کہاں سے تم یہ امارت کی شان دکھلاتے

نہ کارخانوں میں محنت کریں اگر مزدور
کہاں سے پائیں گے سامان نصیب مقدور
نہ ہل چلائے اگر کاشتکار کھیتوں میں
قلم یہ معنی رنگین نہ کرے مسطور
معاون ایک کا جب ہے ضروریات میں ایک
کسی طرح کی ہو محنت ہے عزت اسکی ضرور

ہر ایک پیشہ کی وقعت کی چاہیے حد ایک
کہ گو ہوں کام جدا پر ہے سب کا مقصد ایک

تھیوری

ذیل میں ایک تھیوری شکسپیر اور بیکن کے متعلق ہدیہ ناظرین کی
تی ہے۔ اس تھیوری کی موجد ایک امریکن لیڈی ہے۔ جسکا دعوی یہ
ہے کہ جس قدر ڈرامے اور لطیفے شکسپیر سے منسوب کیجاتی ہیں۔ دراصل وہ سب
سب انگلستان کی مشہور فلاسفر اور مضامین نویس بیکن کی طباعی کا نتیجہ
ہے۔ جو خاص وجوہ سے اپنا نام بطور ناٹک نویس کے ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھتا
تھا۔ لیڈی مذکورہ کا دعوی یہ ہے کہ شکسپیر ایک جاہل اور ادنے قابلیت کا
شخص تھا۔ مگر کئی لوگ اس دعوی کو تسلیم نہین کرتے۔ بہر حال یہ بحث دلچسپ
ضرور ہے۔ جیسے یہاں لاہور کے مشہور رسالہ مخزن سے۔ بجنسہ نقل کیا جاتا
ہے۔ اس مضمون کے راقم مسٹر فضل صاحب سکرٹری ریلیجس بک سوسائٹی لاہو

شکسپیر یا بیکن

شکسپیر انگلستان کا مشہور ڈراما نویس دنیا بھر مین اول درجہ کا شاعر
اور فطرت انسانی کے جذبات کا ماہر سمجھا جاتا ہے۔ اسکی شیرین بیانی اور
وسعت نظر اسکی ایجاد اور معنی آفرینی لوگون کو ہمیشہ حیرت مین ڈالتی رہی ہے
جب اسکی ابتدائی زندگی پر نظر ڈالتے ہین اور دیکھتے ہین کہ وہ بڑی عمر تک بالکل
ناخواندہ تھا۔ اسکے خاندانی تعلقات اور سوسائٹی مین کوئی اس قسم کی تاثیر
نظر نہین آتی۔ جس نے اسکے ذہنی اور قلبی قوے کو اس قدر نشو و نما دے کر

ایسے اعلیٰ عروج کو پہنچ دیا - وہ ایک معمولی غریب ان پڑھ کا بیٹا تھا -
گاؤن مین رہتا تھا - اور جوانی کی عمر مین گاؤن کے اوباشون کی صحبت مین
پڑکر ایک ہرن کی چوری کے سبب امرا دولتمندون کے پاس اپنی اپنی
چراگاہین ہوتی تھین - جہان شکار کرنا جرم تھا - جیسے آجکل سرکاری جنگلات
مین درخت کاٹنا جرم سمجھا جاتا ہے اپنے گھر سے بھاگ کر لنڈن مین پناہ
گزین ہوا - یہان اکثر تھوڑے عرصہ کے بعد اس نے اپنے فن ڈراما نویسی
مین لوگون کو گرویدہ کر لیا - اور آخر کار ایسے رتبہ کو پہنچا کہ آج دنیا بھر اس
کے کمال کی قائل ہے - نکتہ رس لوگ ان حالات پر نظر کر کے ہمیشہ سے
اس شبہہ مین تھے - کہ اس عجیب شخص کے متعلق یا تو قدرت کا ایک بہت
بڑا معجزہ صادر ہوا ہے یا کوئی اور راز سربستہ ہے - بعض دل چلے مدت سے
اس بات کا کھوج لگانے مین مصروف تھے اور ادھر ادھر نظر دوڑاتے تھے
کہ کہین سراغ ہاتھ لگے - جس سے اس عجیب غریب کمال کی قدرتی
ذریعون سے تشریح ہو سکے - یا اگر فی الحقیقت اس تمام لیاقت کا مالک
کوئی اور شخص ہے تو حقدار کو حق ملے - عرصہ سے اس امر پر بحث چلی آتی تھی -
مختلف دھڑے کھڑے ہوتے تھے - مگر کافی وجوہات نہ ماننے سے روکے جاتے
تھے جو جو مشہور شاعر اور انشا پرداز اس زمانہ کے تھے ایک ایک کر کے سب کو
مگر کوئی آنکھ مین نہین جچتا تھا - تعجب اس امر کا تھا کہ کس طرح ممکن ہے کہ ایسا
عجیب وغریب آدمی اپنے زمانہ مین گمنام و نشان رہکر زندگی بسر کر گیا -

مختصر یہ کہ بعض لفظی اور خیالی تواردات کے سبب سے بعض نکتہ چینیون کی نظر
مسٹر فرانسس بیکن انگلستان کے مشہور فلاسفر اور موجودہ سائنٹفک تحقیقات کے طریق کے
بانی پر پڑی ظاہر ہے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایسے فلاسفر اور سنجیدہ مزاج شخص کو
ناٹکون خاص کر تمسخر آمیز لفظون کے نکتے والا سمجھنا اپنے آپ کو مسخرا بنانا ہے
مگر جو اس مسئلہ کے طرفدار تھے - وہ کئی وجوہات پیش کرتے تھے -

مخالفین بھی انکی تردید کے لئے تیار تھے۔ الغرض یہ چپقلش سالہاسال سے چلی آتی تھی۔ لیکن حال ہی مین ایک لیڈی مسز گیلپ نامی نے اس جھگڑے کا خاتمہ کردیا۔ اور قدیم نسخون کی طرز تحریر سے ثابت کردیا کہ یہ درحقیقت لارڈ بیکن کی کارستانیان ہین۔ جو شکسپیر کی آڑ مین دنیا کو اپنا گرویدہ کر رہی ہین عجیب دل و دماغ کا آدمی ہے۔ نہ صرف فلسفہ اور علمی تحقیقات مین وہ سب کا استاد اور نئی ذہنی دنیا پیدا کرنیوالا۔ اور آجکل کی اعلیٰ شائستگی اور علمی دریافتون کا موجد ٹھہرا۔ بلکہ نظم بحر کی اعلیٰ سے اعلیٰ تصنیفات کا بھی جسکو دیکھکر نہ صرف یورپ بلکہ سارا زمانہ دنگ ہو رہا ہے۔ سہرا اسی کے سر رہا۔ اس لیڈی نے بھی کمال کیا۔ اسے ایک اصول خود لارڈ بیکن ہی کی ایک کتاب موسوم "علم کی ترقی" (باب ۲۔ فصل) سے ہاتھ آیا تھا۔ جہان صاحب موصوف خفیہ تحریرون پر بحث کرتے ہین۔ اور انکے لکھنے کے مختلف طریقون کا ذکر کرتے ہین۔ ہمارے ناظرین بھی اس قسم کے طریقون سے واقف ہون گے۔ چنانچہ ابجد کے حروف کے شمار سے انہین الٹا پلٹا کر خط فقط ہندسون مین لکھا جاتا ہے۔ کبھی حروف تہجی کو دو سطرون مین بالمقابل لکھکر اوپر کی سطر کے حروف کی جگہہ نیچے کے حروف اور نیچے کے حروف کی جگہہ اوپر کے حروف استعمال کرتے ہین۔ اور جس شخص کے پاس اسکی کنجی ہوتی ہے وہی اسکو پڑھ سکتا ہے۔ لارڈ بیکن نے بھی اور طریقون مین ایک طریق کا ذکر کیا ہے جس کو دو حرفہ طریق نامزد کرتے ہین یعنے حروف تہجی کا ہر ایک حرف (ا) اور (ب) کے پانچ دفعہ کے لکھنے سے بنتا ہے۔ جس مین (ا) اور (ب) کو مختلف حروف کے بتانے مین مختلف دفعہ اور مختلف موقعون پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً (ا) کے لکھنے کے لئے پانچ دفعہ (ا) لکھا جاتا ہے اور (ب) کے لئے چار دفعہ (ا) اور پھر (ب) علی ہذا القیاس اسکو اور بھی مخفی بنانے کے لئے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے۔ کہ گویا (ا) کے لئے حروف نستعلیق استعمال ہون اور

(ب) کے لئے نسخ - اس طور سے خواہ کوئی مضمون لکھا جائے - مگر محض حروف کے خاص موقعوں پر نستعلیق یا نسخ لکھنے سے باطن مین جو چاہین مراد رکھ سکتے ہین - جس سے پڑھنے والے کو کچھ بھی پتہ نہ لگے - اسی قاعدہ کو مد نظر رکھکر لیڈی مذکور نے شکسپیر کے طبع اول کے نسخون پر اس کا امتحان کیا - جس سے مصنف کے خفیہ مطلب کا پتہ لگا لیا - اور اب وہ دعوی کرتی ہین کہ نہ صرف تمام ناٹک اور نظمین جو شکسپیر کے نام سے موسوم ہین - بلکہ ملکہ الزبتھ کے زمانہ کی تمام مشہور تصانیف مثلاً شکسپیر صاحب کی فیری کوئین - گرین اور مارلو کے ڈرامے برٹن کی اناٹومی آف ملنکولی یعنی تشریح مالیخولیا جسکا ظاہری مصنف اسی کتاب کے شائع ہونے کے وقت فقط دس سال کا تھا وغیرہ - تمام مشہور کتابون کا مصنف دراصل لارڈ بیکن ہی تھا -

مگر یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بیکن نے اس قسم کی قابل قدر تصانیف کو کس لیے اپنے نام سے شائع کرنا پسند نہین کیا؟ کیون اُسے یہ ضرورت پڑی کہ ایسی بیش قیمت کتابون اور دیگر تحریرات کو دوسرے اور نسبتاً ادنے درجہ کے اشخاص کے نام سے شائع کرے - اسکے لیے معقول وجوہات بیان کیجاتی ہین - بیکن درحقیقت ملکہ الزبتھ کا فرزند تھا جو رابرٹ ڈڈلی آرل لیسٹر کے نطفہ سے پیدا ہوا تھا - ملکہ نے خفیہ طور پر آرل سے شادی کر لی مگر وہ نہ چاہتی تھی کہ کیسکو عوام الناس کے سامنے اپنا شوہر تسلیم کرے - جس سے اُسکی حکومت کا ایک دوسرا شریک پیدا ہوجائے - بچہ پیدا ہوتے ہی لیڈی بیکن کے سپرد کیا گیا - جو ملکہ کی رازدار تھی - اور اس نے اُس کو اپنے بچہ کے طور سے پرورش کیا - ملکہ کا ایک دوسرا لڑکا بھی تھا جو بعد ازان ارل آف ایسکس ہوگیا - لیکن بڑا ہوکر اس راز سے واقف ہوگیا - ملکہ کی حین حیات مین اسکو کامل اُمید تھی کہ وہ آخرکار اسکو اپنا لڑکا تسلیم کریگی -

اور اس طور سے وہ اسکا ولیعہد مشہور کیا گیا مگر [illegible]
کی وجہ زیادہ تر اس کے باپ کی بے اعتدالیاں تھیں جو آخرکار اس کے
جان لینے کا باعث ہوئیں -

یہی وجہ تھی کہ لارڈ بیکن اپنے راز کو مخفی رکھ کر اپنی اس قسم کی
تصنیف کو دوسرون کے نام مشتہر کرتا رہا - جیسے آجکل ہمارے ملک مین
ابھی تک سمجھا جاتا ہے - اس زمانہ مین بھی ناٹک لکھنا یا ایکٹر بننا ایک
معیوب بات سمجھی جاتی تھی - بیکن جو نہ صرف اعلیٰ عہدہ کے حاصل کرنے کا خواہشمند
تھا - بلکہ ایک دن تخت انگلستان پر قبضہ کرنے کی اُمید رکھتا تھا - بھلا
کب اس امر کو گوارا کرتا تھا کہ وہ اس طور سے اپنی عزت کو داغ لگائے
.... وہ دل
سے تو جانتا تھا کہ اس مین کچھ برائی نہین - اور اپنی طبیعت کی شوخی سے
بھی مجبور تھا - وہ یہ بھی جانتا تھا کہ لوگ کسی دن ان موتیون کی قدر کرینگے مگر
اسکے اپنے زمانہ مین اس قسم کی اُمید رکھنا ناممکن تھا - اسلئے رائے عام
کا پاس اسے ہر طرح سے اس امر کو خفیہ رکھنے پر مجبور کرتا تھا -

خط مخفی کے علاوہ اور کئی شہادتین اس قسم کی پائی جاتی ہین -
جن سے بیکن کا حقیقتاً مصنف کتاب ہونا ثابت ہوتا ہے - یا کم سے کم یہ کہ
اور کوئی تو ہو - مگر شکسپیر ہرگز انکا مصنف نہین ہوسکتا جیسا ہم اوپر لکھ
چکے ہین - وہ ۱۹ سال کی عمر تک بالکل ناخواندہ تھا - نہ اسکی کچھ حیثیت تھی
جس سے اسے اس قسم کے وسائل مہیا ہوتے - وہ بھاگ کر لنڈن مین آیا
اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس قسم کے اعلےٰ درجہ کے ناٹک تصنیف کرنے
شروع کر دئے - جو علاوہ کمال بلاغت اور شستگی اور برجستگی الفاظ کے وقتاً
فوقتاً قریباً کچھ غیر زبانون مثلاً لاطینی یونانی فرانسیسی وغیرہ کی واقفیت کا
نشان دیتے ہین - ٹھیک اسی زمانہ کے قریب جو وقت شکسپیر کا لنڈن

مین چھپا ثابت ہے - شکسپیر کے بعض مشہور ناٹک سیتج پر دکھائے
گئے - اور چند ہی سالون مین کئی ایک مشہور و معروف ناٹک تصنیف ہوگئے
اس صورت مین کس طرح یقین کیا جاسکتا ہے کہ اس قسم کی بیہودہ بات کی
کی گئی - جس پر ظاہراً یقین کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی - یہ سب کس
طرح شکسپیر کی طرف منسوب کئے گئے - پہلی طبع پر مصنف کا نام درج نہ تھا -
بعد کی طبعون مین شکسپیر کا نام چھپنے لگا - جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ
کئی سال کے بعد جب شکسپیر کا ایکٹر کی حیثیت مین سے کچھہ قدم جم گیا -
تو بیکن نے اپنے ایک دوست کی معرفت اس سے یہ بندوبست کرلیا کہ آیندہ
اس کے ڈرامے شکسپیر کے نام سے مشتہر کئے جائین - اس کے علاوہ
ایک اور وجہ یہ بھی ہے جو اس کی تائید کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے - کئی ایک
ڈرامے جو اب شکسپیر کے نام سے منسوب ہین - اس وقت شائع ہوئے -
جب شکسپیر کو مرے ہوئے کئی سال ہوچکے تھے - بعض کا خیال
ہے کہ وہ شکسپیر کی وفات کے بعد اُس کے دوستون نے جمع کرکے
شائع کردئے ہونگے - مگر اسکی کیا وجہ ہے کہ شکسپیر نے اپنی زندگی بھر ان کا
کچھہ استعمال نہ کیا - اور نہ اپنے وصیت نامہ مین انکا تذکرہ کیا - جو شخص
لین دین کے معاملہ مین ایسا بے لحاظ تھا - جس سے چند روپیہ بھی لینے ہوتے
تھے - تو اس پر نالش کرنے سے شرم نہ کرتا تھا - کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ
ایسی بیش قیمت تصنیفات کو بیچ کر جو اس وقت بھی بازار مین سینکڑون
روپیہ کی مالیت رکھتی ہین - مالی نفع اُٹھانے سے پرہیز کرتا - یہ اس قسم
کے سوال ہین - جنکا کوئی معقول جواب نہین ملتا - اور آخر کار صاف
ماننا پڑتا ہے - کہ بیچارہ شکسپیر ایک معمولی دل و دماغ کا آدمی تھا
جس کی لیاقت سے اس قسم کی حیرت انگیز ایجادین ایسی ہی دور تھین
جیسے آسمان زمین سے دور ہے -

مگر اسکے علاوہ اور بھی شہادت موجود ہے۔ جس سے لارڈ بیکن
کے مصنف ہونے کے خیال کی تائید ہوتی ہے۔ بیکن کی تصنیفات مین ایک
ایسی کتاب بھی پائی جاتی ہے۔ جس مین بیکن نے چھ مختلف زبانون مین سے
تمثیلین۔ چٹکلے۔ لطیفے اور دلچسپ اقتباسات جمع کئے تھے۔ اور یہ سب کسی
نہ صورت مین ان ناٹکون مین پائے جاتے ہین۔ کیا یہ ممکن ہے کہ بیکن نے
ان ناٹکون مین سے ان فقرات کو اقتباس کیا تھا۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس امر کا
جواب بھی دینا پڑیگا کہ یہ اقتباسات بیکن کے کس مصرف کے تھے۔ کیونکہ اس
کی دیگر تصانیف مین اسکا کچھ بھی استعمال نہین ہوا۔ کیا یہ خیال ہوسکتا
ہے کہ بیکن جیسا فلاسفر اس قسم کے بیہودہ شغل مین اپنے بیش قیمت وقت
کو ضائع کرتا۔

الغرض یہ تمام وجوہات نہایت مضبوط ہین۔ اور قطعی طور پر اس امر کو ثابت
کرتی ہین کہ فی الحقیقت بیکن ہی ان دارشہواب کا جواب شکسپیر کے نام سے
منسوب کئے جاتے ہین۔ اصل مخزن تھا۔ اور وہی دماغ جس نے فلسفے اور
موجودہ علوم کی بنا رکھی۔ اپنی ایجاد پسند اور سخن آفرین طبیعت سے آیندہ
نسلون کے شغل اور تفریح کے لیے نظم کے موتی پرورہا تھا۔

بیچارے بیکن کی خصلت پر رشوت ستانی کا ایک بدنما داغ چلا
آتا ہے۔ چنانچہ پوپ جیسے شاعر کو بھی یہ کہنے کا موقعہ ملا کہ وہ بنی نوع
انسان مین سب سے دانا اور نہایت روشن مگر نہایت کمینہ تھا۔ لیکن تاریخ
پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الزام درحقیقت درست نہین۔ جس
مقدمہ مین اُسے آخری عمر مین پھنسا کر اس کی تباہی کا بندوبست کیا گیا وہ
محض اس کے دشمنون کی کارستانی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو نہایت
منصف مزاج حاکم ظاہر کرتا رہا۔ اور ہمیشہ اس امر سے انکار کرتا رہا کہ اس
نے کبھی رشوت لیکر اپنے فیصلہ کو پلٹ دیا ہے۔ البتہ وہ اپنے اہل مقدمہ سے

فیس لیتا تھا۔ اور یہ اس زمانہ کے عین دستور کے مطابق تھا۔ بلکہ وزراء دولت بھی اسی پر گذارہ کرتے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ شاہ جیمس کے وزیر اعظم کی تنخواہ کل اسی پونڈ یعنی آجکل کی شرح کے بموجب کل بارہ سو روپیہ سالیانہ تھی۔ جس پر وہ بادشاہانہ شان و شوکت سے بسر کرتا تھا۔ اس زمانہ کی بلکہ اس کے بعد کی صدیوں کی بھی قریبا وہی حالت تھی۔ جو ہمارے ملک میں اسی صدی میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وقت کی یا اب سے چند سال پہلے کے ہندوستانی راجواڑوں کے عہدہ داروں کی تھی۔ بڑے بڑے عہدہ داروں کو پانچ پانچ دس دس روپیہ ماہوار ملا کرتے تھے۔ مگر ان کے گھوڑوں کے زین ہزارہا روپوں کی مالیت کے تھے۔ غرضیکہ اس زمانہ کے انتظام مملکت کی بناہی لوٹ مار اور نوچ کھسوٹ پر تھی۔ لیکن ہم کو اس وقت ان امور سے کچھ بحث نہیں۔ ہم فقط اس امر کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ کہ ان مشہور ڈراموں کا مصنف دراصل کون ہے۔ اور ہم یقین کرتے ہیں۔ کہ اگر کوئی صاحب اصولوں کو مدنظر رکھکر شیکسپیر کے ڈراموں اور ان کی تاریخ تحریر کا مطالعہ کریں گے۔ تو ان پر ایک نئی روشنی پڑتے دیکھیں گے۔ اور اس قدر لطف حاصل کریں گے۔ جو شاید انہیں پہلے کبھی حاصل نہیں ہوا ہوگا۔

اور اگر یہ بات سچ ہے تو کیا یہ ایک عجیب و غریب ثبوت اس امر کا نہیں کہ کس طرح تاریخ اس قسم کے رازوں کو چھپائے رکھتی ہے۔ اور آخرکار جب وقت آتا ہے۔ تو ایک شخص اس راز کی مہر کو عجیب و غریب طور سے توڑتا اور ایسے ایسے عجائبات دنیا پر ظاہر کرتا ہے جو ہمعصروں کے شاید کبھی خیال میں بھی نہ گذرے ہوں گے۔ جو لوگ اس بات پر اپنی امید باندھتے ہیں۔ کہ جس طرح ہو سکے۔ خواہ جائز خواہ ناجائز ذریعوں سے اہل زمانہ کی نظر میں عزت و شہرت حاصل کریں۔ خبردار رہیں کہ ان کا سارا بھید کسی نہ کسی دن ضرور کھل جائے گا۔ اور جو لوگ اپنی زندگی اپنی قوم اور ملک کی سچی بہبودی میں خرچ کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کی زندگی میں ان کی کوئی قدر نہ کرے مگر وہ یقین رکھیں کہ خدا تعالے کے دفتر میں ان کی تمام خدمات درج ہیں۔

اور وقت معین پیدا نہ صرف اس کے لحاظ سے بہرہ ور ہوتے۔ علاوہ ازیں آیندہ نسلیں ان کی بوئی فصل کو کاٹیں گے۔ اور ان کے نام پر فخر کیا کریں گی۔

شکسپیئر کی سوانح عمری

ان اوراق میں دنیا کے ایک مسلم الثبوت ملک الشعرا جادو رقم سحر نگار شاعر بے نظیر بلبل باغ فصاحت طوطی گلشن بلاغت کہ جس نے دنیا کے سٹیج پر آکر اپنی خداداد موزون طبیعت سے وہ وہ اچھوتے اور نازک نازک مضامین پیدا کئے۔ جن کو ایک عالم بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ اور شعراء ماضیہ وحال کا کلام جس کے چلبلے طرز سامنے پھیکا و بدرنگ معلوم ہونے لگا۔ استادزمان جس کے سخن کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ واقعی قلم توڑ دئے شاید ہی درگیتی ایسا باکمال شخص دوسرا پیدا کرے جس کے اس کی زندگی کے مختصر حالات اور نہایت صحیح واقعات سوانح عمری کے پیرایہ میں پیش نظر کئے جاتے ہیں۔ امید ہے۔ کہ ناظرین نظر انصاف سے مصنف کی سعی کی داد دیں گے۔

شکسپیئر کی پیدایش

سولہویں صدی کے درمیانی سالوں میں انگلستان کا مشہور نامور شاعر نازک طبع۔ نازک خیال۔ جادو نگار۔ سحر بیان جس نے صفحۂ عالم پر انگلش عشرت افزا ڈراموں میں روح پھونک دی۔ اور عروس نظم کے پرانے بھدے لباس کو نہایت عمدہ خوبصورت موزون جامہ سے بدل ایک شوخ معشوق کی طرح بزم فصاحت میں جلوہ نشین کیا۔ سٹرٹفورڈ کے ایک معمولی چھوٹے نیچی چھت والے مکان میں اپریل سنہ ۱۵۶۴ع کو پیدا ہوا۔ باپ اسم برطا

افسوس سے لکھتے ہیں۔ کہ اس کی تاریخ و وقت ولادت کسی ایسے بے معلوم تنگ و تاریک مقام میں روپوش ہے۔ کہ جس کے باعث اس اپریل کے مہینہ کی کوئی خاص تاریخ یقینی طور پر متعین نہیں کر سکتے۔ مگر یہ بات تو تصدیق کو پہنچ گئی ہے۔ کہ ولیم شکسپیئر ۲۶۔ اپریل ۱۵۶۴ء کو گرجا کے بڑے ہال میں قربان گاہ کے سامنے لایا گیا۔ اور مسیحی دنیا کے مذہب کے اصول کے مطابق نیک ساعت میں بڑے پادری کے ہاتھ سے عیسائی بنایا گیا۔ جس شہر کو اس صاحب کمال کی پیدائش کا فخر حاصل ہے۔ وہ دریائے ایون کے متصل نہایت آراستہ و پیراستہ مقام بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ تمام وارک شایر انگلستان کی جان سٹر ٹفورد کا علاقہ ہے۔ باغبان قدرت نے اس تختہ کو گلزار پر بہار بنایا ہے۔ اس کے گرد و اگرد کی سرسبز شاداب زمینیں انگریزی وضع بنری کی پوری پوری کرشمہ سازیاں دکھلا رہی ہیں۔ اور بھولے نوجوان معشوق کی طرح رخ زیبا کی سادگی ملی ہوئی ادا کی جھلک دکھا کر عاشق مزاجوں کا دل ایک نظر میں اپنی طرف مائل کر لیتی ہیں۔ اس کے جنگلی خودرو خوشنما دلکش اور رنگ برنگ کے پھول اور دونو طرف دور تک پھیلنے والی مرغزار نے عجیب کیفیت پیدا کر رکھی ہے۔ نوخیز سبزہ نے دلی جذبات اور عاشقانہ بیتابیوں کا اظہار کرنے میں نمایاں ترقی پیدا کر رکھی ہے اس مقام کو بہشت کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا۔ مگر شکسپیر کے زمانہ ولادت شہر کی آبادی کی تعداد غالباً ایک ہزار چار سو سے زیادہ نہ تھی۔

مکانات عام طور پر سب لکڑی کے تھے۔ وہ بھی مختصر تمام شہر میں چند بڑی بڑی عمارتیں تھیں۔ جو انگلیوں پر شمار ہونے کے قابل تہیں۔ اس وقت کوئی زیادہ تعداد عالیشان مکانوں کی نہیں پائی جاتی تھی۔

سب سے زیادہ مشہور عمارت گلڈ ہال کی ہے۔ یہ ایک نہایت وسیع میدان میں لب دریا اپنی انوکھی آن بان کے ساتھ عزت کا تاج پہنے کھڑی تھی۔ اس کے سامنے ہی خداوند مقدس کی عبادت کرنے کے واسطے جو ایک خاص مکان مخصوص ہے۔ بڑی صفائی سے دکھائی دیتا تھا۔ اس عبادت گاہ میں غیر معمولی خوبصورتی کے ساتھ ہی مضبوطی بھی اعلےٰ درجہ کی پائی جاتی ہے۔

اسی اعتبار سے یہ درجہ امتیازات رکھتی ہے۔ جو ہر ایک عمارت کو حاصل ہونا غیر ممکن ہے
گلڈ ہال کو کمیٹی گھر ہونے کا بھی فخر حاصل تھا۔ اس میں وقتاً فوقتاً بعد کمیٹی ہونے کے
کمپنیاں آکر تماشا کیا کرتی تھیں۔ اس وجہ سے آوارہ مزاجوں کے نزدیک زیادہ ممتاز ہوتا
گیا ہے۔ چونکہ دنیا میں بہار کے ساتھ خزاں اور رنج کے بعد راحت اور عیش کے
پیچھے مصیبت ہمیشہ سے قدرت نے لگا رکھی ہے۔ چنانچہ جامی علیہ الرحمۃ فرماتے
ہیں۔ ؎

حافظ از باد خزاں در چمن دہر مرنج　　　فکر معقول بفرما گل بیخار کجاست

لہذا اس کا شکوہ فضول اور گلہ بیجا۔ اسی اعتبار سے اس شہر کی بربادی کا باعث
دو خاص بلائیں ہو جاتی تھیں۔ وہ کیا۔ اول تو آتش زدگی جو ہر سال کسی نہ کسی
محلہ کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی تھی۔ کیونکہ لکڑی کے مکان گویا خاص اس کی خوراک تھے
پھر موسم گرما میں تو جیسے بارود میں آگ دیدی۔ غرضیکہ جب اس کا جی چاہتا۔ اپنی تیزی
دکھا کر ہضم کر جاتی۔ اور اپنا دوزخ بھر لیتی۔ اور خوب دل کا بخار نکالتی۔ دوئم دریا کی
طغیانی اور پانی کا طوفان جو ایک جوش میں آکر موجزن ہوتا۔ تو بہت سا حصہ شہر
کا تباہ کر جاتا۔ ایوں کی اس بربادی نے بھی غضب ڈھا رکھا تھا۔

خیر آگ کا زور اور پانی کا طوفان تو بلائے بے درمان تھا ہی۔ اس پر کمبخت وبا
بھی بدنصیب شہر کا پیچھا نہ چھوڑتی۔

تاہم ان آفتوں کو سہتا اور مصیبتوں کو جھیلتا ہوا میدان ترقی میں قدم بڑھائے
جا رہا تھا۔ اب ہم شکسپیر کی پیدائش کے بیان کو چھوڑ کر ذاتی حالات بیان کرتے
ہیں۔ جو آئندہ کسی موقعہ پر ہم کو اچھا نتیجہ پیدا کریں گے۔

باب دوئم

خاندان

شکسپیر کا باپ جان شکسپیر سٹریٹفورڈ کا قدیمی باشندہ اور اس

شہر کے معمولی رئیسوں میں سے تھا۔ چونکہ یورپ میں کوئی پیشہ معیوب نہیں سمجھا جاتا۔
اس لحاظ سے اگر ہم یہ بات کہیں کہ جان شکسپئر نے دستانے اور موزے بُن کر بیچے تو کوئی
عیب نہیں معلوم دیتا۔ باپون کہئے کہ اس شوقیہ یہ ہنر حاصل کیا۔ جو اکثر اوقات اس
کا شغل رہتا تھا۔ اور اپنی مقبضہ زمین کی کاشت بھی کیا کرتا تھا۔ جس کی آمدنی اس
کے اخراجات کے لئے کافی ہوتی تھی۔ اور بخوبی گذر ہو جاتی تھی۔ سب سے زیادہ قابل
تعریف یہ بات ہے کہ اس نے کسی مدرسہ میں یا پرائیویٹ طور پر تعلیم نہیں پائی۔
نہ یہ پڑھا لکھا تھا۔ مگر خداداد قابلیت کی توجہ سے ایسا مشہور ہو گیا تھا۔ کہ
اس شہر کے چھوٹے بڑے سب عزت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ اور
اپنے وقت کے معزز منتخب دانشوروں میں شمار ہوتا تھا۔ گو اس کی تمدنی حالت
اس قابل نہیں پائی جاتی کہ جیسی اس نے غیر معمولی شہرت حاصل کی۔ اس
واسطے کہ نہ تو یہ امراء جلیل القدر میں سے تھا۔ بلکہ صرف ایک معمولی حیثیت کا آدمی
تھا۔ نہ اس نے بڑے بڑے کالجوں میں امتحان پاس کئے ہوئے تھے۔ جو اس
کی شہرت کا ذریعہ ہوتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی عزت افزائی کا
باعث کوئی خاص جوہر نفیس ہے۔ ہم بلاتامل کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ ذاتی جوہر اس میں
معاملہ فہمی کا تھا۔

اور اکثر اپنے ذاتی معاملات میں اس کو منصف بناتے اور اسکی رائے کو سب پر
فوقیت دیتے تھے۔ اور پھر یہی نہیں کہ اس کو رائے دینے اور انصاف کرنے ہی کا اختیار
تھا۔ نہیں وہ یہ بھی کہہ سکتا تھا۔ کہ اپنے حکم سے جسے چاہتا۔ مجرم قرار دیکر جرمانہ کر دیتا۔
اور جسے چاہتا۔ رہائی دے دیتا۔ اس دانشمندی ہی نے اس کو وہاں کے مجسٹریٹ
اور تحصیلداروں سے زیادہ اعزاز بخشا تھا۔ تمام شہر میں یہ سب سے بڑا ہوشیار اور
ہر دلعزیز مشہور تھا۔ سٹرٹفورڈ میں کوئی ایسا نظر نہ آتا تھا۔ جو مخالف ہو کر اس
کی تدبیر توڑے۔ یا اس بات کو کاٹ کر اپنی رائے پیش کرے۔ اللہ جل شانہ نے
اسے یہ کیسی بات عطا کی تھی۔ کہ

اس کے فیصلے سے ہر دو فریق رضامند ہو جاتے۔ اور اسے دل و جان سے قبول و منظور کرتے تھے۔ اس کی اس ہر دلعزیزی اور نیک خلقی نے نہ صرف سٹرٹفورڈ ہی میں بلکہ گرد نواح میں بھی نیک نامی سے مشہور کر دیا تھا۔ ۱۵۵۸ء میں اس نے اپنی شادی کا پیام اپنے آقا کو جو نہایت معزز اور ممتاز مانا جاتا تھا۔ دیا۔ جس نے نہایت خندہ پیشانی سے منظور کر لیا۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ اس مبارک کام کو اپنے ہاتھوں سے انجام دے۔ اور اپنے دلی ارادوں کو جو مدت سے اس کے دل میں جوش زن تھے۔ اپنی زندگی میں نکالے وہ اپنی پیاری بیٹی میری آرڈن کا سامان کر رہا تھا۔ کہ دفعتاً بیمار ہو گیا۔ اور ایسا بیمار ہوا۔ کہ ڈاکٹروں نے لاعلاج مرض تصور کر کے ہاتھ کھینچ لیا۔ خدا کی مرضی میں کس کو دخل ہے۔ اسی بیماری میں دنیائے فانی سے ملک جاودانی کو سدھارا اس کے مرنے کے بعد میری آرڈن کو وراثتاً اپنے باپ کی تمام جائداد ملی۔ میری آرڈن کا باپ کوئی معمولی حیثیت اور کم کا آدمی نہ تھا۔ اس شہر کے عالی خاندان رئیسوں میں اس کا بھی نام تھا۔ اس کو اپنے باپ کے مرنے کا غم تو حد درجہ کا ہوا۔ مگر اس قدر کسی دوسرے کی دست نگری نہ اٹھانی پڑی۔ کیونکہ اس کے باپ کے مرنے کے بعد بھی اس کے سر پر ہاتھ رکھنے والے بوڑھے موجود تھے۔ جو کہ نہایت تسلی بخش امور کے ساتھ اس سے پیش آتے۔ ابھی اس کے باپ کو مرے ہوئے قریب دس ماہ کے گزرے ہونگے۔ کہ اس کے سرپرستوں نے اس کی شادی کا سامان کرنا شروع کیا۔ چند روز بعد بہ رضامندی جان شکسپیر کے ساتھ رسم شادی ادا ہو کر پیاری دلھن بن گئی۔ باپ کے مرنے کا صدمہ بھی دل سے رفتہ رفتہ کم ہونے لگا۔ اور یہ دونو میاں بیوی ہنسی خوشی سے رہنے سہنے لگے۔

جان شکسپیر کی پہلی اولاد میں سے لیڈی سے دو لڑکیاں ہوئیں جو چند روز باغ عالم کی ہوا کھانے کے بعد دایۂ لحد کی گود میں جا سوئیں ان کے بعد خوش قسمت شکسپیر پیدا ہوا۔ اس کے بعد بھی دو لڑکیاں اور تین لڑکے

پیدا ہوئے۔ جن میں سے ایک کا نام گلبرٹ تھا۔ جو فن ایکٹری میں کمال رکھتا تھا
چارلس دوئم کے عہد سلطنت تک زندہ رہا اور رچرڈ اور امنڈ بھی اسی کے دونوں
بھائی انگلستان کے نہایت بالیاقت ایکٹر تھے جو کہ ۱۶۰۷ء میں بمقام لنڈن
انتقال کر گئے۔ ابھی تک اس ہونہار بچے یعنے (شکسپیر) نے اپنے والدین کے
سایۂ عاطفت میں نہایت عیش و آرام سے پرورش پائی۔ جب یہ چھ سات سال کا ہوا
اور اس کے باپ نے اسے لکھنے پڑھنے کی طرف متوجہ پایا۔ تو اس کو سٹرٹفورڈ کے ایک
چھوٹے سے فری گرامر سکول میں جو عمدہ پڑھائی کے اعتبار سے اس وقت مشہور
تھا۔ داخل کر دیا۔ اور لاطینی اور یونانی زبان جو اس سکول کی خواندگی میں شامل تھی سیکھنے
لگا۔ کچھ عرصہ میں اس نے غیر معمولی لیاقت حاصل کی۔ اس کا ہمعصر ڈراما نویس (بن
جانسن) اس کی تصدیق کرتا ہے۔ کہ شکسپیر کو زندگی کی اول منزل یعنی بچپن ہی میں ظرافت
کا مادہ پیدا ہو گیا تھا۔ اور اس بات کی شہادت دیتا ہے۔ کہ اس کو مذکورہ بالا زبانوں میں مہارت
کامل نہ تھی۔ جیسا کہ اس کی تصنیف سے بخوبی ظاہر ہے۔ مگر یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے
کہ شکسپیر لاطینی زبان سے محض ناواقف نہ تھا۔ جو کسی مطلب کی ادائیگی میں قاصر
رہا ہو۔ اس نے سٹرس کی تصانیف سے زیادہ مدد لی۔ جس کتاب کے سمجھنے میں اسے
وقت پیش آتی۔ ترجمہ سے عقدہ کشائی کر لینا۔ غرضیکہ اپنے اصل منشاء اور مقصد کو جس
طرح ہوتا۔ کسی پہلو سے جانے نہ دیتا۔ یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ اسے علاوہ لاطینی
اور یونانی کے فرانسیسی اور اطالیہ زبان بھی کچھ کچھ آتی تھی۔ کیونکہ جب یہ گرامر سکول
میں پڑھتا تھا۔ تو اس نے سیکھی تھی۔ اس وقت اس کا باپ سٹرٹفورڈ کا مجسٹریٹ
اور سیر و تماشوں کا بڑا شوقین تھا۔ بات بنی ہوئی تھی۔ لوگ عزت کرتے
تھے۔ جہاں کہیں جان شکسپیر تماشا اور کھیل دیکھنے جاتا۔
اپنے ہونہار بیٹے کو بھی ہمراہ ضرور لے جاتا۔ اس کو شکسپیر سے
غیر معمولی محبت تھی۔ جو اکثر ہر ایک باپ کو اصل حد پر نہیں
ہوتی۔

کوونٹری ہی اگرچہ شہر سے کسی قدر فاصلہ پر ہی ہے مگر یہ سوتین ہاپ
وہاں تک پہنچتے تھے۔ کوئی کھیل کود اور میلہ تماشہ ایسا نہ ہوتا جس میں شریک
نہ ہوتے۔ بارہ سال تک جان شکسپیر نے اپنے پیارے بیٹے کو ہر طرح
کے عیش و عشرت سے پالا۔ اور بڑی کشادہ دلی سے پرورش کیا۔ بچپن میں
کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ اس ہونہار بچے نے اپنے باپ کی خلاف مرضی کوئی
کام کرکے اس کو رنجیدہ کیا ہو۔

خدا دیتا ہے جنکو عیش انکو غم بھی ہوتے ہیں

ایام مصیبت

ناظرین زمانے کے رنگ بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ دم کے دم میں یہ فقیر سے
امیر اور امیر سے فقیر بنا دیتا ہے۔ اس سے پہلے جان شکسپیر کی عزت و آبرو
کی بابت کچھ ذکر آچکا ہے۔ اب اس زمانہ کی بدولت ایسا نظر حقارت دیکھا جانے
لگا۔ مفلسی نے اسے بے طرح آگھیرا عیش و عشرت کی گھڑیاں زمانہ کی کج خلقی سے
سے درد و مصیبت سے دفعتاً بدل گئی۔ شکسپیر ابھی تیرہ یا چودہ برس کا ہوا تھا
کہ ۱۵۷۸ء میں اس کے باپ کا کام بگڑنے لگا۔ اور بعض ضروریات خانہ داری
نے ایسا مجبور کیا کہ چار و ناچار احاطہ رہن رکھنا پڑا۔
بنی ہوئی بات یا کسی چلتے ہوئے کام میں انسان اگر کچھ قرض لے کر صرف
کرے۔ اور پھر تہیدستی دامنگیر ہو جائے۔ تو ادا ہونا امر محال ہو جاتا ہے اور
خصوصاً بگڑے ہوئے وقت میں قرض لیکر صرف کرنا وبال جان سے کم
نہیں۔ اب جان شکسپیر نے لاکھوں تدبیریں اور ہزاروں کوششیں کیں۔ مگر سب غلط
پڑیں۔ اگرچہ احاطہ گردی رکھتے وقت اپنی عقل کے گھوڑے بہتیرے دوڑائے
مگر افسوس کہ اس سے اس کے سود تک کی ادائیگی کی بھی تدبیر نہ بن سکی۔ تھوڑی
مدت کے بعد وہ مفت ہاتھوں سے نکل گئی اس سے پہلے ہی آد بہت کچھ مقروض تھا

اُدھر اس نے لعاسے اور دریاں تہ اڑائے دیہی سیس۔ ادھر گھر کے اخراجات وساماں خانہ داری میں تیتے بکھیرے دیتا۔ ایک جان اس پر تمام دینا کا دانت کہاں سے لائے۔ کس کو دے۔ یہاں اس کو پیٹ ہی کے للے پڑ رہے تھے قرضخواہ الگ جان کھائے جاتے تھے۔ بے حد تنگدستی نے گھیرا تھا۔ آخرکار اس کے تمام حقوق جو سنڈ فیلڈ میں تھے رفتہ رفتہ فروخت ہوتے گئے۔ اور بیٹ پڑتے گئے۔ تو بت بانیجا رسید کہ اس کی پیاری بیوی میری آرڈن کی بھی قرضہ ادا نہ ہوا۔

قرضداروں نے میری بھرم سمجھ کر اس پر بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ اور ایک دم سب کے سب نے نالشیں دائر کردیں اور وہ فروخت کردہ مکانات اور جائداد قرقی پر چھوڑ دی۔ پھر تو مشتریان نے اس کے گھروں کے کٹورے تک نہ چھوڑے آخرکار باقی ماندہ قرضخواہوں نے عدالت سے اسکی گرفتاری نکلوائی چنانچہ ناظر کی رپورٹ سے اس کے دیوالہ نکلنے پر بھی کمبخت حکام کو اطمینان نہ ہوا تھا۔ گرفتار ہو گیا۔ عجیب بیکسی کا عالم تھا۔ نہ کوئی سنگ نہ ساتھی۔ تنہا قید غم میں محبوس ہو کر سیدھا جیلخانہ پہنچا۔ کہتے ہیں۔ کہ جب وارک شائر کے باشندوں نے ایک کمپنی جدید اصلاح یافتہ مذہب اور معززین کی تحقیقات کے لئے قائم کی۔ تو گرجا کے کاغذات میں جان شکسپیر کے خانہ رجسٹر میں جس کا منشاء ان سے مدد لینے اور کمپنی مذکورہ کو ترقی دینے کا تھا۔ حاضری لکھ کر خانہ کیفیت میں تحریر کیا کہ شخص مذکور بوجہ قرض محبوس ہے۔ بالاخر قرضداروں نے جب جان شکسپیر کی قید محض سے کچھ فائدہ نہ دیکھا۔ اور خوراک مذکور عدالت میں نہ داخل کی۔ تو جان شکسپیر قید غم سے آزاد ہوا۔ اور نازک زمانہ اس مصیبت زدہ شکسپیر پر ۱۵۹۱ء تک رہا۔ اس عالم ناداری میں جبکہ کھانے ہی کے للے پڑ گئے۔ تھے۔ تو شکسپیر کی تعلیمی حالت کیونکر ممکن تھی۔ ناچار شکسپیر کو اپنے باپ کی واجب الرحم حالت دیکھ کر کچھ مدت کے تعلیم وتلقین کو ترک کرنا

پڑا۔ کیونکہ تعلیم صرف محنت پر ہی منحصر نہیں۔ اس کے لئے روپیہ کی بھی سخت ضرورت ہے۔ جب روپیہ کھانے پینے کے ہی لئے کافی ہو تو شکسپیر کی فیس۔ سکول اور کتب۔ قلم۔ سیاہی وغیرہ کا خرچ کس طرح ممکن تھا۔ ناچار جان شکسپیر کو اپنے پیارے بیٹے شکسپیر کی تعلیم کے لئے تھوڑی مدت صبر کرنا پڑا۔ شکسپیر اگرچہ ۱۳ سال کا تھا۔ مگر ہوشیار۔ عقلمند اور عزیز وقت کی قدر کرنے والا تھا۔ اپنے باپ کی نازک حالت دیکھ کر گو مدرسہ نہ جاتا۔ مگر کتابوں کی الٹ پلٹ اور دیکھ بھال برابر جاری رکھتا۔ اس میں شغل اور لڑکوں کے کھیل کود کی طرف رغبت نہ تھی۔ اس میں جہانتک ہو سکتا۔ اپنے وقت کو پڑھنے لکھنے ہی میں صرف کرتا۔ اور لہو لعب کو برا جانتا۔ سدا ایک سا زمانہ کسی کا نہیں رہتا۔ خدا کو اس کی حالت پر رحم آیا۔ اور بیٹھے بیٹھے خود قرضداروں نے جب کسی طرح اپنی ڈوبی ہوئی رقم کو وصول ہوتے نہ دیکھا باتفاق یہ تجویز کی کہ تھوڑا تھوڑا روپیہ جان شکسپیر کو تجارت کے لئے اور دیجئے جایا کہ اکثر صاحبوں کا قاعدہ ہے۔ اگر تقدیر نے یاوری کی۔ اور تجارت نے زور پکڑا۔ تو پچھلی رقم اس تھوڑے سے روپیہ کی بدولت سب وصول ہو جاے گی۔ جان شکسپیر نے بھی اس رائے کو پسند کیا۔ بہت جرات کے ساتھ۔ انہیں امید دلائی۔ اور چند روز کی جان توڑ کوشش سے اس کی ڈوبی ہوئی قرض کی کشتی دریائے غم میں پھر تیرتی ہوئی لائی۔ یعنے جان شکسپیر کی حالت کچھ کچھ درست ہونے لگی۔ اول تو جان شکسپیر ہی خود بڑا زیرک اور دانا تھا۔ اس کی نیک تدبیری نے اپنی حالت سنبھالنے اور گذشتہ واقعات کو جو زمانہ مفلسی میں عاور درماندہ بنانے کے لئے واقع ہوئے تھے۔ درست لیا پھر شکسپیر باپ کی جان توڑ کوشش دیکھ کر نہ رہ سکا اس نے دل میں یہ سوچا کہ کس طرح سے ہو اب اپنے قوت بازو سے کمانے اور باپ کا کام بنانے لگی۔ تم سمجھئے۔ وہ وہ سوچنے لگا کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔

اور کس کام کے لایق ہوں۔ اگر نوکری کروں تو کس کام کی کروں کوئی پیشہ اختیار کروں۔ تو کون سا۔ سوچتے سوچتے یہ بات پیدا ہوئی کہ جس طرح سے ہو۔ ملازمت کیجئے۔ قسم قسم کے خیالات کو جو ملازم کرانے اور مفلسی کے جنگل سے چھڑانے کے لئے اس کے دل کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ اسے مجبور کر رہے تھے۔ مگر کوئی تدبیر ایسی نہ نکلی۔ جس سے اس کو اپنے ملازمت ہونے کی طرف تسلی ہو اس لئے کہ اس وقت تک اس نے نہ کوئی امتحان پاس کیا تھا۔ اور نہ فضیلت کی کوئی معقول سند تھی۔ جس سے اسے ملازمت کا کامل بھروسہ ہوتا۔ طبیعت کسی طرف لگاؤ نہ کھاتی تھی کہتے ہیں۔ اس نے سب سے پہلے کسی قصاب کی شاگردی کی۔ اور کچھ مدت تک اس ذریعہ سے روپیہ کمایا۔ بعض کا قول ہے۔ کہ مدرسہ کی ملازمت کی۔ اور اس سے کچھ گذارہ کیا۔ مگر مسٹر نیش جو اس وقت کے ایک عمدہ ڈراما نویس اور مورخ ہیں۔ لکھتے ہیں۔ کہ شکسپیر کسی اٹرنی یا وکیل کے دفتر میں نوکر ہو گیا تھا۔ اس کی صداقت خود شکسپیر کے ڈراموں سے بھی کہیں کہیں ہوتی ہے۔ لیکن بعض اس کو بھی غلط مانتے ہیں۔ اس لئے کہ مسٹر نیش اس کے ڈراموں کی بہت سی قانونی باتوں اور معاملات دیوانی اور فوجداری کی اصطلاحوں کو دیکھ کر جو اسے وقت اپنے باپ کو دیکھ .. ..

.. .. .. مقدرت کی وجہ سے زبان دو ہو گئی کسی وکیل کی ملازمت کا غلط خیال دوڑاتے ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ شکسپیر نے کہیں ملازمت تو ضرور کی۔ مگر درجہ تصدیق کو یہ بات نہیں پہنچی۔ کہ درحقیقت اس نے پہلے پہل کون سی نوکری کی۔ اور وہ کون سا پیشہ تھا۔ جس نے اسے اور اس کے باپ جان شکسپیر کو مدد دی۔

شادی

اب شکسپیر ۱۹ برس کا ہو گیا۔ اور اپنے باپ کو خاطرخواہ مدد دینے لگا۔

جان شکسپیئر کو اپنے لائق بیٹے کی حد سے زیادہ متلون مزاجی اور زمانہ کی بے رخی دیکھ کر دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ اسے بدچلنی سے بچانے کی یہ عمدہ تدبیر ہے۔ کہ اس کی شادی جلد کر دی جائے۔ مگر اب کرے کیونکر نہ اتنی رقم اپنے پاس۔ اور نہ وہ پہلی سی ہوا۔ سچ پوچھو تو دیوالے نے کہیں کا بھی نہ چھوڑا۔ نہ اب کہیں سے قرض مل سکتا ہے۔ نہ وہ بات بنی ہوئی ہے۔ جو امیر اور عزت دار سمجھ کر چھوٹنوں کو کہیں پیغام شادی دیا جاوے۔ اور سچ منظور۔ اب تو خدا ہی اس کو بھی آسان کریگا۔ بظاہر کوئی صورت ایسی قابل اطمینان نہیں معلوم ہوتی۔ یا تو پہلے گذشتہ امورات کے تفکرات اور قرض کی ادائیگی کے خیالات میں طبیعت پریشان رہتی ہے یا اب ایک اور نیا فکر جان کے پیچھے لگ گیا حیران تھا۔ کہ کیا کرے۔ کوئی تدبیر پیش نہ جاتی تھی۔ گو اب پہلے سے حالت درست ہو گئی تھی۔ اور خدا نے اس سخت مصیبت کے جنجال سے نکال دیا تھا۔ تاہم ایسی تسکین بخش اور اطمینان کے قابل اس کی حالت نہ ہوئی تھی۔ کہ جس کی بدولت وہ بڑے سے بڑے کام کو انجام دے۔ اور اپنے دل کے حوصلے نکالے۔ دن رات اسی فکر میں گھلا جاتا تھا۔ کہ کہاں پیغام دوں۔ اور کیونکر اس قرض سے سبکدوشی حاصل کروں۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ یہ ایک مجلس میں اپنی معمولی حالت میں غمگین بیٹھا ہوا تھا۔ کہ دو چار آدمیوں نے اسے آزردہ دیکھ کر پوچھا کہ جان شکسپیئر کیوں کیا کیفیت ہے۔ کس سوچ میں بیٹھے ہو۔ اس نے ایک مری ہوئی آواز میں جواب دیا کہ نہیں کچھ فکر نہیں۔ اچھا ہوں بہت سے اصرار کے بعد بالآخر اس نے نئے فکر کی بابت مایوسی ظاہر کی۔ انہوں نے اس کی تشفی کے بعد اس کا بیڑا اٹھایا اور کہا کہ تم کچھ فکر نہ کرو ہم اس کو جلد انجام دیں گے ایسا ہی ہوا۔ چند روز بعد انہوں نے جان شکسپیئر کو خوشخبری سنائی۔ کہ ہم نے شکسپیئر کے لئے موضع شاٹری میں جو سٹرٹفورڈ سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ شادی کی تجویز کی ہے۔ رچرڈ ہیتھاوے موضع مذکور کا کاشتکار تھا۔ اس کو مرے ہوئے ابھی کوئی چار ماہ ہوئے تھے۔ جائداد معقول

ہے۔ سوا اس سوتی بیٹی کے اور کوئی اولاد نہیں۔ مناسب ہو کہ تم اس
نیک کام میں جلدی کرو۔ اور اس موقعہ اور وقت کو غنیمت جانو۔ جان شکسپیر
کو اس بات کے سُننے سے خوشی تو ہوئی۔ مگر ساتھ ہی اس کے اس بات کی
فکر بھی غالب ہوئی۔ کہ اتنی جلدی بقدر روپیہ کی رقم جو میری دلی آرزوں کو پورا
کر سکے۔ کیونکر بہم پہنچے گی۔ خدا کا نام لیکر پیام نسبت تو وہاں بھیج دیا سکا ایسا نہ ہو
کہیں دیر لگنے پر یہ سونیکی چڑیا ہاتھ سے نکل جاوے۔ اور پھر پچھتانا پڑے۔ بیاہ
کا جانا تھا۔ کہ حرام رچرڈ کے لواحقین نے اس کو منظور کر لیا۔ اور بہت جلد ہی شادی
کی تاریخ رکھ دی۔ جان شکسپیر نے غریبانہ طریق کے مطابق جو بغیر قرض دام
لئے اس وقت اس سے ممکن تھا۔ سامان کرنا شروع کیا۔ اور بساعت سعید
نومبر ۱۵۸۲ء میں شکسپیر کی شادی این ہاتھاوی کے ساتھ جو اس سے
آٹھ سال بڑی تھی ہو گئی۔ اور ۱۵۸۵ء میں اس سے دو توام بچے پیدا ہوئے
جن کے نام اس نے اپنے دوست ہیمنٹ سڈلر اور جوڈتھ کے نام پر رکھے۔ شکسپیر
اور این میں خوب موافقت تھی۔ شادی ہونے سے شکسپیر مثل اور لڑکوں
کے شادی ہونے کے بعد اپنے باپ کو بھول جاتے ہیں۔ پہلے سے زیادہ باپ
کا خیال رکھتا۔ اور جو کچھ کما کر لاتا۔ سب باپ کے ہاتھ میں دے دیتا اس کے
کا مقام خاص سٹرٹفورڈ میں تھا۔ کبھی لندن رہتا اور کبھی سٹرٹفورڈ۔ این بھی
اپنے شوہر اور خسر کی بڑی فرمانبردار تھی۔ ۱۵۹۶ء میں شکسپیر کے ایک لڑکے
ہیمنٹ نے انتقال کیا۔ جس کے پہلے صدمہ نے شکسپیر کے دل پر بڑا اثر
کیا۔ وہ اگرچہ نوکری پیشہ تھا۔ مگر وہ سال میں ضرور ایک دو ماہ کے لئے اپنی
بیوی اور بال بچوں کو دیکھنے کے لئے آجاتا تھا۔ اور اپنے قابل باپ کو ہر
طرح تسلی اور تشفی دے جاتا تھا۔ کہ آپ گھبرائیے نہیں۔ اب کوئی دن آتا ہے۔
جو یہ تمام قرض ادا ہو جائیگا۔ اسی عرصہ میں جان شکسپیر کی تجارت میں ترقی
ہونے لگی۔ اور اسے بھی اب تفکرات کے دور ہونے کی پوری امید

ہوگئی۔ شیکسپیئر نے اپنی بیوی کی زیادتی عمر اور اپنی کم عمری کے بارہ میں جو
عمدہ نتائج پیدا ہوئے تھے۔ انہیں اپنی کتابوں میں بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا
ہے۔ اس کے نزدیک جیسا کہ اور دیگر مورخین کا خیال ہے۔ کہ خاوند ہمیشہ بیوی
سے بڑا ہونا چاہیئے ورنہ کچھ نقصان نہیں ہے۔

شکسپیئر پہ بدچلن یاروں کا اثر اور سٹرٹفورڈ سے روانگی

کسی نے سچ کہا ہے کہ بری صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ کچھ دن اُسے
ایسے بد اطوار دوست کی صحبت نصیب ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ یہ جب
ملازمت کے وقت سے فرصت پاتا۔ انہیں ہی کی صحبت میں رہتا۔ مسٹر فنگ
کا قول ہے کہ شیکسپیئر کے اپنے سٹرٹفورڈ کے چھوڑنے کا اصلی سبب یہ تھا۔
کہ اس نے بُری صحبت اختیار کی۔ اور اس بدصحبتی کی وجہ سے اس کے خیالات
چوری کی طرف مبذول ہو گئے۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ یہ مجلس رندانہ اور
اوباشانہ میں تھا۔ کہ انہوں نے صلاح کی کہ چلو آج سر ٹامس لوسی کے
ہرن چرا لائیں۔ یہ رائے قرار پانے کے بعد لوسی کے باغ میں جہاں ہرن تھے
اور یہ سٹرٹفورڈ سے بہت نزدیک تھا۔ شامل ہو کر چلے۔ چاہتے تھے۔ کہ
ہرنوں کو پکڑ کر لے آویں۔ مگر وہاں کے محافظ نے جو ان کی تاک میں لگا ہوا تھا
ایک جماعت سے انکو آگھیرا۔ اور بہت سی بے عزتی کے علاوہ کچھ
سزا بھی دی۔ جس پر شیکسپیئر نے طیش میں آکر سر ٹامس
لوسی کی ہجو میں بہت سے گیت اور کبت لکھے اور لوسی مذکو تک ان
کو پہنچایا۔ جس کا سبب سر ٹامس کو آتش غضب میں ڈالنے اور
کینہ بغض کو بھڑکانے اور سٹرٹفورڈ کو یکلخت چھوڑنے کا ہوا۔
اس کے بعد شیکسپیئر کو ہوش آیا۔

اور غور کیا۔ کہ یہ درحقیقت میری غلطی ہے۔ بہت ہی اچھا ہوا۔ جو سٹرٹفورڈ سے روانگی کی نوبت پہنچی۔ اب اسے لنڈن میں پہنچکر پھر ملازمت کی فکر ہوئی۔ تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ شکسپیئر نے لنڈن میں پہلے پہل کیا ملازمت اختیار کی۔ سر ڈبلیو ڈیوے نٹ لکھتے ہیں۔ کہ شکسپیئر نے ۱۵۸۶ء میں بمقام لنڈن ایک شاہی کمپنی کی ملازمت اس بات کے لئے کی تھی۔ کہ جو لوگ تماشاگاہ میں آئیں ان کا گھوڑا پکڑے رہے۔ پروفیسر ڈارون کہتے ہیں۔ کہ یہ بات شاید قیاسی ہے۔ شکسپیئر کے ہمعصر مسٹر سپنسر اپنی ایک کتاب میں کمیڈی کی دیوی کے نوحے کو اس طرح لکھا ہے۔ "ہمارا لطافت سے بھرا وائی افسوس چند روز ہوئے۔ مر گیا ہے۔

بعض نے اس سے شکسپیئر کا وہ زمانہ متصور کیا ہے۔ جب وہ دنیا مافیہا سے چلنے کے لئے تیار ہو بیٹھا تھا۔ لیکن واقعات کے لحاظ سے اس مصرع کا ماقی خمیبر کسی دوسری طرف معلوم ہوتا ہے۔ بعض نے لگی اور بعض نے کمیڈی کے مشہور ایکٹر مسٹر ٹالٹن سے مراو لی ہے۔ جو سپنسر کی اس کتاب لکھنے سے کچھ روز پہلے ملک عدم کو روانہ ہو گئے تھے۔ سب سے پہلا حال جو شکسپیئر کی نسبت معلوم ہوا ہے۔ وہ ایک مشہور و معروف ڈراما نویس رابرٹ گرین کا ہے۔ اور یہ اس نے اپنی اس کتاب میں لکھا ہے۔ جو اس نے شروع سے پہلے لکھی تھی۔ جس کی چھپی ہوئی ایک کاپی دیکھنے کے لئے موت نے اسے فرصت نہ دی تھی۔ اور جس کو اس کے مرنے کے بعد ہنری چیٹل نے شایع کیا۔ اس میں تحریر تھا کہ شکسپیئر ایک نہایت عمدہ ایکٹر اور قابل مصنف ہے۔ سپنسر اپنی ایک نظم کا کالن کلوٹ میں لکھتا ہے کہ شکسپیئر اس دنیا میں مثل اس عقاب کے ہے جس کا پانی بلند پروازی (یعنے عالی ہمت اور بلند خیالی کے اعتبار سے) میں کوئی دوسرا نہیں کیونکہ اس کا طرز تحریر نازک خیالیوں اور اچھوتی اختراعوں سے لبریز ہے۔

سوتھمپٹن اور شکسپیئر

سنہ ۱۵۹۳ء شکسپیئر نے اپنا سب سے پہلا ڈراما وینس اینڈ ایڈونیس لکھا ہے۔ جس کے لکھنے سے بہت عرصہ قبل سوچتا رہا کہ اس کا ڈیڈیکیٹ کس کے نام کروں بالآخر سوچتے سوچتے سوتھمپٹن کے ایک معزز اور قدردان ہردلعزیز نواب کو تجویز کیا۔ کہ پہلی تصنیف کو اس کے نام سے نامزد کر کے شہرت دی۔ اسی طرح سنہ ۱۵۹۴ء کی بھی ایک کتاب نواب صاحب موصوف کے نام ڈیڈیکیٹ کی گئی۔ نواب صاحب بڑے انصاف پسند اور قدردان تھے۔ وقتاً فوقتاً شکسپیئر کی خبرگیری کرتے رہتے۔ سنا گیا کہ انہوں نے شکسپیئر کو بہت کچھ دیا۔

شکسپیئر کی شہرت اور عالی حوصلگی

ایک مشہور مصنف الزبتھ نامی ہمارے ہیرو کی یادگار کی نسبت یوں لکھتا ہے۔ کہ شکسپیئر کی پہلی تصنیف جس کا فخرہ لنڈن میں ہوا۔ سنہ ۱۵۹۴ء کی لکھی ہوئی تھی۔ اس کو شکسپیئر نے ایک خزانچی کے نامزد کیا تھا۔ لکھتے ہیں۔ کہ یہ کتاب دو دفعہ مسٹر برہج کے سامنے اور اسی طرح لارڈ چیمبرلین کمپنی میں ملکہ زمانی کے روبرو پیش ہوئی۔ پھر اس کے بعد کئی اور تاریخی ڈرامے ابتدائے۔ کمیڈیاں کے یکے بعد دیگرے نکلے۔ اور اب اس کو دولت جمع کرنے کا شوق ہوا۔ اور خیالات وسیع ہونے لگے۔ اگرچہ انسان کیسی ہی فارغ البالی اور خوشحالی میں کیوں نہ ہو۔ مگر جب اپنے وطن مالوفہ کی یاد آتی ہے۔ تو وہاں کے عیش و آرام سے کئی درجہ فوقیت لے جاتا ہے۔ اس کا خیال تھا۔ کہ جب تک میں مالدار نہ ہو جاؤں۔ سٹرٹفورڈ میں جا کر قدم نہ رکھوں۔ آخر وطن کی محبت نے مجبور کیا۔ اور اپنی رفیق بیوی ÷

سٹرٹفورڈ گیا۔ اور تھوڑی مدت رہ کر وہاں ایک زمین ساٹھ پونڈ کو خریدی
اور پھر لنڈن واپس آکر ۱۵۹۶ء میں شکسپیئر نے کورٹ آرمز میں
ایک درخواست اپنی ملازمت کے لئے دی۔ جس کا نتیجہ دوسرے سال
کا ایر (کنگ آف آرمینس) ایک نکلا۔ اور کچھ عرصہ تک وہیں نوکر رہا
۱۵۹۸ء میں سٹرلے کا بیان ہے کہ شکسپیئر مذکور بہت مالدار صاحب ثروت
ہوگیا تھا اسی زمانہ کے ایک شخص کاٹینی نامی کا ایک خط جو شکسپیئر کے
نام تیس پونڈ قرض لینے کی نسبت لکھا تھا۔ اب تک موجود ہے رفتہ
رفتہ سٹرٹفورڈ میں اس نے بہت سی جائیداد خرید لی۔ جو سینٹ ہلن پادری
کے محلہ میں لبشپ گیٹ کے متصل واقع تھی۔ اور جس کا کرایہ ۵ پونڈ
تیرہ شلنگ چار پنس تھا۔ مسٹر فرانسس میرس نے شکسپیئر کی
نسبت اپنی ایک کتاب میں اس وقت بیانیہ۔ قوت فیصلہ۔ طاقت
سرود۔ فصاحت اور شاعرانہ جادونگاری اور نیز تمام ڈراموں
کے بارہ میں بڑی فصاحت سے لکھا ہے اس کا خیال ہے کہ اللہ
جل شانہ نے اسکی ذکی طبیعت میں ایک خاص جوہر جو اپنے دست قدرت
سے عطا فرمایا خوب طرح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ کہتے ہیں ۱۵۹۷ء میں
بھی اس نے کئی ڈرامے رچرڈ دوم۔ رچرڈ سوم وغیرہ وغیرہ لکھے تھے۔

بعض کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں شکسپیئر کی ایسی شہرت ایسی عالمگیر
ہوئی کہ وہاں کے عام تاجران کتب نے گمنام کتابوں پر شکسپیئر کا نام اس غرض
سے لکھ دیا کہ کتاب جلد فروخت ہو جاوے۔ اس لکھنے سے میری غرض
صرف اتنی ہے۔ کہ جس سے ناظرین کو معلوم ہو جاوے کہ ہمارا ہیرو ایسی
وقعت اور عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

شکسپیئر کی موت

۱۶۱۶ء میں شکسپیئر نے ایک لڑکا اور رفیقہ بیوی چھوڑ کر ملک عدم کا

معاملہ لیا شکسپیر کا جوان بچہ ہملیٹ اب ہوشیار ہو گیا تھا کیونکہ مرحوم نے اسے اپنی زندگی میں پڑھانا لکھانا شروع کیا تھا۔ ہملٹ مذکور بھی بالکل اپنے باپ کے قدم بقدم چلنے لگا۔ اس کو تصنیف و تالیف کا شوق ہو گیا تھا۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس نے ایک سو سات ایکڑ زمین خریدی۔ سُنا گیا ہے کہ مرحوم کی اس قدر جائداد ہو گئی تھی کہ یہہ اس کے ذریعہ سے بڑا رئیس ہو گیا تھا ایک اور زمین چار سو چالیس روپے سے بشپ ٹن اور ولی کومب میں خریدی تھی۔ اس کی آسودگی اور فارغ البالی اس نالش سے جو اس وقت اس نے فلپ راجرس کے خلاف دائر کی تھی۔ ظاہر ہے یہ دعوے کئی ہزار پونڈ اور شلنگ تھا۔ شکسپیر نے اپنی نام آوری اور خیر خواہی کا سکہ صرف ملک اور رعایا پر نہیں بیٹھا رکھا تھا بلکہ خاندان شاہی بھی اسے اپنا بڑا جانثار اور خیر خواہ تصور کرتے تھے۔ جس وقت ملکہ الزبتھ نے اس کے مرنے سے کوئی دو سال بعد انتقال کیا تو اس وقت خلقت نے شکسپیر مرحوم کو نہ بھولا۔ پکار پکار کر ہر ایک کہتا تھا کہ شکسپیر آج کیوں تنگ لحد میں خاموش پڑا سو رہا ہے کیا تجھے خبر نہیں کہ ملکہ الزبتھ نے بھی تیرے پاس آج کا قصد کر لیا۔ تو ایسا سنگدل آج کیوں ہو گیا کہ تجھ سے اس کی غمخواری میں ایک نوحہ بھی نہیں لکھا جاتا۔ افسوس کیا مر کر ایسے بیہوش جاتے ہیں شکسپیر آج تیری وہ محبت ولی جو تجھے خاندان شاہی سے تھی آج کہاں خاک میں مل گئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شکسپیر مرحوم کی عزت اور وقعت تاج برٹینہ کو بھی ویسی ہی تھی جیسی رعایا کو ملکہ مرحوم کے انتقال کے بعد جب جیمس اوّل سکاٹلینڈ سے لنڈن میں آیا۔ اور ماہ مئی میں تخت نشین ہوا۔ تو اس کے چند روز بعد شاہی کمپنی کی طرف سے ایک اشتہار خیر خواہان کا شایع ہوا جس میں شکسپیر کا دوسرا نمبر تھا۔ مسٹر جان ہل شکسپیر اور اس کی بیوی کے انتقال کی بابت کسی نے

نہیں لکھا تھا کہ وہ کب اور کس سن میں مر گئے۔ صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ شیکسپیئر
مرحوم کی زندگی ہی میں والدین نے بھی اسے دغا دی تھی۔ اس کے مرنے
کے بعد فقط اسکا ایک لڑکا ہملٹ ہی اسکا وارث تھا۔

اس کے مرنے کی کسی نے ٹھیک ٹھیک خبر نہیں دی۔ سن میں اختلاف
ہے کسی کا خیال ہے۔ شیکسپیئر مرحوم کا انتقال ۱۶۱۰ء میں ہوا۔ بعض کا
قول ہے کہ نہیں ۲۵۔ مارچ ۱۶۱۶ء میں اس نے اپنے پیارے بیٹے کو وصیت
کی پھر اس کے ہوش و حواس میں فرق آنے لگا اور اپریل کی ۲۳ تاریخ کو شیکسپیئر
دنیائے فانی عرف ملک جاودانی کو اٹھ گیا۔ اور سٹرٹفورڈ کے گرجا کے قریب
وہ دفن کیا گیا۔

شیکسپیئر کی تصانیف کے مطالعہ کی بابت رائے

پروفیسر ڈوڈون کی رائے میں اس کی تصانیف کے پڑھنے کا نہایت
اعلےٰ طریق یہ ہے کہ کل ڈراموں کے مجموعہ کو اس ترتیب کے لحاظ سے دیکھا جائے
جس ترتیب سے وہ تالیف و تصنیف کیا گیا ہو۔ اس طریق مطالعہ سے ہم کو فائدے
حاصل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک دوسرے مضمون کا باہمی تعلق اور ان کے جذبات
کا نازک سے نازک مسلسل رشتہ جو مصنف نے اپنی طبعیت کا جوہر دکھایا ہے
معلوم ہو جائیگا۔ ساتھ ہی ایسے کے اس سے بھی واقفیت ہو تی جائیگی کہ کس
طرح اپنے تھیٹر کے ہیروؤں کی طرح بچپن شباب۔ بڑھاپے کے حالات و خیالات
ظاہر کرنے میں دماغی قوت صرف کی ہے۔ اگر اس ترتیب کے مطابق نہ پڑھا جاوے
تو وہ لطف میسر نہ آئے گا۔ اور یہ تمیز کرنا نہایت مشکل ہوگا کہ جس شخص نے
اڈونس برلاسٹ کو لکھا۔ اسی نازک طبع نے کنگ لیر کو لکھا ہوگا یہ لطافت فاص
سلسلۂ ترتیب کو مدنظر رکھنے سے حاصل ہو سکتی ہے اس کی ترتیب سے
منکشف ہوتا ہے کہ پہلے کتاب تو شیکسپیئر نے کسی ایسے زمانہ میں لکھی ہے

جبکہ وہ کسی قدر ناتجربہ کار تھا۔ اور مزدوروں کی طرح کام کرتا تھا اور بعض
کتاب اس نے ایسے پیرایہ میں لکھی ہے جس سے تماشاگاہ عالم کی سیر کے بعد
جو انسان کو تجربہ ہوتا ہے اور رنج و غم و درد مصیبت کے بے حد خوفناک مضامین
جو مدت سے جوش زن تھے اس حیرت انگیزی کے ساتھ لکھے ہیں۔ ہم اسکی
پہلی اور پچھلی تصانیف کو دیکھ کر اچھی طرح امتیاز کر سکتے ہیں۔

سندوں کا سلسلہ

وہ سندیں جن سے اس کی مختلف تصانیف کا پورے طور سے
موازانہ کر سکتے ہیں عموماً تین قسم کی ہیں (۱) بالکل بیرونی (۲) داخلی خارجی
(۳) اندرونی اور داخلی۔ اوّل داخلی اشاعت نظم و ناٹک اور سٹیشنر کی
کمپنی کا اندراج پہلی اور پچھلی اشاعت یہ تو ظاہر بات ہے کہ اس قسم کی تصنیف
کمپنی کے اندراج سے پہلے تحریر ہو چکی تھی۔ یا ابھی پوری نہ لکھی گئی ہوتی
یا برابر تالیف ہوتی جاتی ادھر ساتھ ہی اندراج ہوتی جاتی۔ ہم ان
نظموں کو چھوڑ کر ڈراموں کی نسبت کہتے ہیں کہ وینس ایڈ و جون ۱۵۹۳ء میں
لیوکریز وسنہ ۱۵۹۴ء میں۔ رچرڈ دویم ۲۹۔ اگست سنہ ۱۵۹۷ء بہن درج کیے
گئے تھے۔ سب سے آخری ڈرامے جو مصنف موصوف کی حیات میں کوارٹو
تقطیع پر نکلے تھے وہ ٹرامیس کرسی ڈا اور پیری کلز نہایت بے نظیر ڈرامے
تھے جو سنہ ۱۶۰۹ء میں بڑی آب و تاب سے نکلے۔

(۱) اس کی تصدیق کے لئے اس کے ہمعصروں نے نہایت تعریفی الفاظ
کے ساتھ چند باتیں تحریر کیں۔

(۲) دوسری سند اسکی تحریروں کا اس کے ہمعصروں کے مضمون
سے جن میں کہ اس کا ذکر ہے۔ اشارتاً یا کنایتہً بھی نہیں ثابت ہوتا
ہے۔ بلکہ مل چپل کا ایک مشہور طالب علم مسٹر منگم اپنے روزنامچہ موخہ

۲- فروری سنہ ۱۶۰۱ء و سنہ ۱۶۰۲ء میں نہایت وضاحت کے ساتھ تحریر کرتا ہے کہ ہماری دعوت کے بعد ایک کھیل ہوا۔ جس کا نام ٹوئلفتھ نائیٹ یا وات یو ول ہے۔ اس کے علاوہ پھر وہ اس کو لیڈی کی نسبت تحریر کرتا ہے کہ ایک روزنامچہ ڈاکٹر سائمن فورمین کا ہے اس میں لکھا ہے کہ ۲۰ اپریل سنہ ۱۶۱۰ء کو اس نے ایک عجیب و غریب کھیل دکھایا۔ جو اس سے پہلے کہیں اس نے نہیں دکھایا تھا۔ قطع نظر اس کے تماشہ کا خلاصہ نہایت ہی عمدہ طور سے لکھتا ہے۔ پھر اس نے سنہ ۱۶۱۱ء کو گلوب تھیئٹر میں ونٹرس ٹیل دیکھا جس کا سانچا اس نے نہایت خوش اسلوبی سے ڈھالا ہے۔ جون سنہ ۱۶۱۳ء میں تھیئٹر گلوب میں آگ کا لگنا تین سچی سندوں سے ثابت ہوتا ہے۔ آگ جب لگتی تھی کہ جب ہنری ہشتم کا کھیل ہو رہا تھا مختلف کتابیں جو اتنک دستیاب ہوئی ہیں۔ ان میں سے مستند کتاب فرانسس میرز کی کتاب کے علاوہ جو سنہ ۱۵۹۸ء میں لکھی گئی تھی۔ جس میں غالباً ہمارے معزز قابل قدر ناٹک نویس کے کل ڈراموں کا اچھی طرح خاکہ کھینچا ہوا ہے پورا پتہ دیتا ہے۔ جس طرح کہ لاطینی زبان کے کومیڈی میں پلاٹس اور ٹریجڈی میں سینیکا نے افضل ہونے کا معزز خطاب پایا ہے۔ اسی طرح شکسپیئر نے انگلستان خاص میں ان دونوں ڈراموں کی بدولت اعلےٰ درجہ کی شہرت حاصل کی ہے۔ فرانسس میرز نے دونوں قسم کے چھ چھ ڈرامے تعداد کو برابر رکھنے کا حال تو لکھا ہے۔ مگر اس نے بعض ڈراموں کو مناسب طور پر نہیں تحریر کیا۔ غالباً اس نے مسٹر ٹائیٹس کو ٹریجیڈی اور کومیڈی کی تعداد کو برابر رکھنے کے لئے درج کیا تھا۔

(۳) تیسرے شکسپیئر کے ڈراموں کی بغاوت اور رموزین اور متوفی الفاظ خاص طور سے ہر شخص معلوم کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ ایسی مروج ہو گئی تھیں۔ کہ بغیر اس کے کتاب یا مصنف کے نام کا اظہار کیا جائے۔ الگ پہچان

لئے جاتے تھے۔ اگر کوئی شخص اس کی تحریرات میں اقتباس کرتا۔ یا کوئی اس کا ہمعصر اس کی تقلید ایسی کتاب کی کرتا جس میں شکسپئیر نے رنگین عبارتوں کا پورا پورا موٹو لیا ہو۔ تو فوراً معلوم ہو جاتا۔ کہ اس کلام کے چور نے ضرور اس کی نقل اتاری ہے۔ اگر ذرا بھی کوئی اس کے کلام میں دست اندازی سے کام لیتا۔ تو چھپا نہ رہتا۔ مگر صاحب بعض انسان غضب کے ہوتے ہیں۔

شکسپئیر کے مقلدوں نے بعض وقت اس صفائی اور خوش اسلوبی سے نقل اڑائی ہے کہ اصل و نقل کا فرق معلوم نہیں ہوتا اور یہ نقال اس حسن انداز سے اپنا کام لیتے کہ بعض وقت بڑے بڑے مصور بھی اس عکسی تصویر کے باعث دھوکے میں پڑ جاتے کیا معنے بلکہ دھوکے میں آجاتے تھے یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بیشتر اس کے کہ کوئی ڈراما کامل طور پر مشہور و معروف یا مشتہر ہوتا۔ اس کے مسودے ہی بہت پھیل جاتے تھے۔ اس قسم کی غلطیوں میں پڑنے کا خیال پورے طور سے رکھ کر بہت سی باتیں کی گئیں ہیں۔ جب جالن کا بڑا مشہور و معروف ڈراما ایوری میں اوٹ آف ہز ہیوز سٹیج پر ۱۵۹۹ء میں کیا گیا تو اس میں جسٹس سائی لینس کی نسبت ایک ایسا بے نظیر اشارہ تھا کہ جس کا ذکر خلاصۃً ہنری ششم کے دوسرے حصّہ میں ہے اور اس پچھلے ڈرامے کی قدامت کا کافی طور سے ثبوت ملتا ہے۔

انگلستان میں ایک مشہور صاف گو مصنف دیوز ۱۶۱۱ء میں گذرا ہے اس نے اس وقت اپنی کتاب آئینہ شہار (یا مر آف مارٹائیرز) میں چند ایسی سطریں بھی لکھی ہیں۔ جن سے شکسپئیر کے مختصر ڈراموں کے ہیرز کا نام پایا جاتا ہے۔ ہم ان چند سطور کا مطلب اپنی زبان میں اس طرح ادا کر سکتے ہیں۔ کہ بروٹس کی دلکش اور دلپذیر سپیچ نے بہت سے آدمیوں کا دل اپنی طرف کھینچا اور صاف طور سے کھلے بندوں کہہ دیا کہ سیزر رحم

کا بندہ ہے - اور انتہا درجہ کا حریص - جب فصیح اللسان خوش بیان مارک انٹونی
نے اپنے عمدہ کام دکھلائے تو سوائے اسکے بروٹس کے اور کوئی اس کا بدخواہ
نہ تھا - جب ہم ان سطروں کو ذرا غور سے دیکھتے ہیں تو نظر عمیق کو یہی معلوم
ہوتا ہے کہ اس کا ماخذ اور مخزن خاص شکسپئیر کی مشہور ٹریجیڈی جولیس
قیصر سیزر کی ہے - کیونکہ پلیوٹارک نے تو کوئی بھی ایسا سین نہیں لکھا
جس سے اس کو کچھ بھی لگ بھگ ہو - سو ہم پہلے ہی اس کو تسلیم کرتے ہیں
کسی قدر کلام سابق کی تصدیق اس سے بھی ظاہر ہو سکتی ہے کہ بعض
بعض کمپنیوں نے یہ کھیل کئے یا خریدے - مثلاً رومیو جولیٹ کی کوارٹر تقطیع
کے سرورق سے جو لارڈ ہنسڈن کے ملازموں نے ۱۵۹۷ء میں کیا تھا
ظاہر ہوتا ہے کہ ۲۲ - جولائی ۱۵۹۶ء اور اپریل ۱۵۹۷ء کے درمیان
لکھا گیا ہے - مسٹر مارسٹن نے اسی ڈراما کی نسبت لکھا ہے کہ وہ کرٹین
تھیٹر میں ۱۵۹۶ء سے پہلے گلوب تھیٹر پہ کیا گیا - کیونکہ اگر گلوب تھیٹر
رومیو جولیٹ کے تماشا ہونے سے اوّل ہوتا - تو وہ گلوب تھیٹر میں ضرور
کیا جاتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گلوب تھیٹر کے تعمیر ہونے کے بعد یہ
تماشا کیا گیا -

خارجی اور داخلی سندیں

اوّل تو ڈراما میں بکثرت اشارے وکنائے استعمال ہوں -
جن کی تاریخ ظاہر ہو - مثلاً کومیڈی آف ایررز میں فرانس کے سول
وار (خانہ جنگی) کے متعلق ایک اشارہ مزید اربیرایہ میں ہے - جب ہنری
چہارم کیتھولک چرچ کے مطیع اور فرمانبردار کرنے کی نسبت ہے یہ
ضمیر اور مزیہ اشارہ ہی بے سود ہوتا جو اگر خانہ جنگی ٹھیک ہوتی - ہنری پنجم کے
آخری ایکٹ میں ایک جواب دندان شکن ہے جسکا یہ مطلب ہے ہماری ملکہ زمانی کا

افسر عین وقت پر آئرلینڈ سے آتا ہوا دشمنوں کو اپنی تیز تلوار سے پرو کر لائیگا سو
اسمیں بدیہی طور پر اس قصہ کی طرف اشارہ ہے جسمیں ایسکس کے نواب کا ۱۲ اپریل
سنہ ۱۵۹۹ء میں آئرلینڈ جانا اور پھر آخر ماہ ستمبر میں وہاں سے واپس آجانا معلوم
ہے اگر یہ سب واقعی حسب موقعہ تھا۔ تو ہم اس سے نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ پہلے پہل یہ کھیل
کسی ایسے ہی موقعہ پر ہوا تھا جسکا ذکر اس تقریب سے ثابت ہوا ہے۔ ایسی ہی
رومیو جولیٹ میں زلزلہ کا ذکر و واقعہ اور میری وائیوز آف ونڈسر میں جرمن
کے نواب کا بیان بھی تاریخی ہے اس بیان کو ہم نے نہایت اختصار کیساتھ تحریر
کیا ہے ورنہ بہت سی سندیں پائی جاتی ہیں۔

داخلی سندیں

اس عنوان میں کئی سندیں ایسی ہیں کہ جو شمار میں نہیں آسکتیں انشاپردازی
اور روزمرہ اور ابتدائی ڈراموں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیالات کسی اور
پیرایہ میں اور جدا لباس میں تحریر کئے ہیں اور انکو ایک نہایت ہی زرق برق پوشاک
پہنائی گئی ہے جن خیالات کو اسطرح عجیب و غریب دلکش پیرایہ میں ظاہر کیا گیا ہے
بعض وقت بالکل غیر معلوم ہوتا ہے آخری ڈراموں میں یہ ہموزنی خیالات کے
زور دار غلبہ کے باعث جو انکو بولنے کے قابل بنانے میں استعمال کئے گئے نقصان پہنچا
بعض فقرے نہایت صفائی سے ایک دوسرے کیساتھ جوڑ دئے گئے ہیں۔ خیالات
کا تیز اور ناشائستہ طریق سے اظہار کرنا نا قابل پذیر ہوگا۔ جذبات کا نہایت آسانی
اور صفائی سے بدلنا جیسے زمانہ میں بھی خوب آسکے بعض وقت خوش بیان اور بولتی تحریر ہا ہے دراصل
شیکسپیر کی تصنیف کی ہوئی کتابوں کا مجموعہ ایک مصنف کے قول کیمطابق حضرت امیر حسن
کیطرح ایک بڑا بھاری ذخیرہ شکستہ دل حرمان نصیب اور مبتلائے آلام کیواسطے بھی ویسا ہی
ہے جسطرح کسی فرخندہ مزاج خوش نصیب کے واسطے یار غار۔
غرضیکہ نتایج قوت فیصلہ۔ تیز فہمی۔ صبر و تحمل۔ خود ضبطی۔ تیزی مزاج و عزم صمیم
کی تمام تصانیف اس کے تمام ہمعصروں سے اول نمبر ہیں۔ تمام شد